اسرار

دربار حرام پور

نمبرا

ایک نیا اخلاقی ناول جو مشہور ناول "حسن کا ڈاکو" کے سلسلے مین تصنیف کیا گیا

مصنفہ

مولنا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر ایڈیٹر دلگداز

جو

باہتمام حکیم محمد سراج الحق منیجر دلگداز

۱۹۲۵ء مین

دلگداز پریس واقع کٹرہ بزن بیگخان لکھنؤ مین طبع ہو کر

شائع ہوا



زبردست عامل کی ضرورت

حرام پور گویا بالکل بدل گیا ہے۔ لوگون مین ہر جگہ سرگوشیان ہو رہی ہین اور ہر گھر مین ایک خوفناک خاموشی ہے۔ نواب صاحب رات دن اسی اُلجھن مین رہتے ہین کہ یہ ماجرا کیا تھا؟ اور یہ جنون کا دربار کیسا؟ مین آج تک قائل ہی نہ تھا کہ دنیا مین ان نظر آنیوالے جاندارون کے سوا کوئی اور جاندار مخلوق بھی ہے۔ بھتنون اور چڑیلون کے واقعات کو کہانی اور پریون اور جنون کے خیال جنون تصور کرتا تھا۔ یہ یکبیک اتنا بڑا دربار کیسا قائم ہو گیا؟ اگر کہون کہ یہ فقط میرے خیالات پریشان تھے اور جو کچھ گذری ہے اسے بدخوابی تصور کر دون تو اس کا کیا جواب کہ جن جن لوگون کو میرے ہاتھ سے آزار پہونچا ہے۔ سب وہان موجود تھے۔ اور سب کی جورو ئین میرے محل سے نکلکے وہان پہونچ گئی تھین۔

اسی قدر نہین وہ سچ مچ میرے محل سے غائب ہین۔ وہ تمام مصاحبین جو میرے ساتھ تھے اُن کا کہین پتہ نہین۔ اور اُن کے حق مین اُن جن جنون نے جو حکم دیا تھا کہ دنیا سے فنا ہو جائین وہی ہوا۔ کسی کا بھی سُراغ نہین لگتا کہ کیا ہوا زمین کھا گئی یا آسمان۔ زندہ ہوتے تو جس طرح بنتا گرتے پڑتے میرے پاس ضرور آتے سب سے زیادہ قیامت یہ کہ مجھے جو سزا دی گئی ہے اُس نے مجھے

بالکل بے کار کر دیا۔ گو خدا نے ہر طرح کا سامان عیش مہیا کر دیا ہے اور عیش پرستی کی ہوس بھی دل مین ویسی ہی بلکہ پہلے سے زیادہ ہے مگر مین اُن کے لطف سے محروم ہون اور دراصل یہی ہوس اب میرے لیے سب سے بڑا عذاب الٰہی بن گئی ہے اگرچہ مین نے عقلمندی سے اپنی اس کمزوری و بیکاری کو کسی پر ظاہر نہین ہونے دیا۔ اور عورتون کی جو مانگ میرے محل کے لیے تھی بدستور جاری ہے۔ لوگون کی نظر مین نہ میرا شوق کم ہوا ہے اور نہ میرا مذاق بدلا ہے۔ لیکن اب جو یہ ہو رہا ہے دراصل میرے لیے نہین بلکہ اورون کے لیے ہے جو چھپ چھپ کے میرے محل مین آتے ہین۔ خود گنہگار ہوتے ہین میری آبرو لے کے مجھے ذلیل کرتے ہین۔ اور اُن ازغیبی مجذون کا کہنا پورا ہوتا ہے کہ آیندہ اِس کی شہوت پرستی مین دیّوسی کے سوا آبروریزی کی کوئی قوت نہ باقی رہے گی۔" اُف! کس قدر شرمناک اور ذلیل کرنے والا فقرہ تھا!"

افسوس مجھ پر ان جنون کا جادو چل گیا ہے۔ اور میرا کچھ زور نہین چلتا۔ دنیا کے بڑے بڑے کامل حکیمون سے مجھ سے ملاقات ہے اور جن سے ملاقات نہین اُنھین بھی ایک معمولی اشارہ کر دون تو سر آنکھون سے دوڑے آئین۔ مگر نتیجہ کیا؟ میرے مرض کا علاج نہ حکیم کر سکتے ہین۔ نہ ڈاکٹر۔ ہان نیک بندون کی دعا شاید کچھ کارگر ہو۔ مگر وہ میرے حق مین دل سے دعا ہی کیون کرنے لگے تھے؟ افسوس میرے سارے حالات طشت از بام ہو گئے اور اب تو صاف کھل گیا کہ میرے ہی مردود درباریون نے مجھے رسوا کیا۔

لیکن ایک بات ہے اگر یہ جنون کی عدالت سچ ہے (اور یقیناً سچ ہی) تو پھر عاملون اور مُلّاؤن کا عمل بھی برحق ہے۔ اگر جن دُنیا مین موجود ہین تو ان سیانون کا دعوی بھی ٹھیک سا ہے جو کہتے ہین کہ ہم جنون کو اُتارتے اور پکڑ کے شیشون مین بند کر لیا کرتے ہین۔ بس میرا علاج اگر کوئی کر سکتا ہے تو یہی مُلّا سیانے کر سکتے ہین۔ اور شاید کوئی بڑا جادوگر میری مراد پوری کر سکے۔ مگر کسی زبردست عامل تک میری رسائی ہی کیون ہونے لگی تھی؟ اور ایسا حکمی جادوگر

ملنا بھی محال ہے۔

اس وقت آخر شب کا وقت ہے نواب صاحب ابھی ابھی اپنے نئے ہم مذاق بدمعاش و بدکار بے غیرت و ناہنجار مصاحبون کی صحبت سے اُٹھ کے اندر آ گئے ہین۔ اور مسہری پر لیٹتے ہی اِن خیالون مین غرق ہو گئے ہین۔ دو جوان اور خوبرو خواصین چپتی کر رہی ہین۔ مگر اُنھین بار بار ہاتھ روکنا پڑتا ہے۔ اس لیے کہ نواب صاحب گھڑی گھڑی کروٹین بدلتے ہین اور کسی طرح نیند نہین آتی۔

آخر اُلجھن مین کروٹین بدلتے بدلتے نواب صاحب نے ایک خواص کی طرف دیکھ کے کہا "سعادت! آج محل مین کوئی نئی ماہرو آئی ہے؟"

سعادت "حضور روز آتی رہتی ہین آج بھی تین نئی پریان محل مین داخل ہوئی ہین جن مین سے ایک تو سچ مچ کوہ قاف کی پری ہے۔ یہین کے ایک پٹھان کی لڑکی ہے۔ مگر ایسی ماہ جبین کہ نہ دیکھی تھی نہ سنی تھی۔ حکم ہو تو لیے آؤن"

نواب "نہین نہین ابھی رہنے دو۔ مین پھر بلواؤن گا"

سعادت "حضور نواب کسی کو خلوت سے سرفراز ہی نہین کرتے معلوم ہوتا ہے کہ سرکار کا جی بھر گیا۔ اور اب حسینون کی صحبت کا شوق نہین رہا"

نواب۔ (چونک کر اور ذرا تیزی سے) "نہین نہین ہرگز نہین۔ مجھے ویسا ہی شوق ہے۔ خوبرو نازنینون کی صحبت سے بھی کسی کا جی بھرتا ہے؟ مین ایک مصلحت سے آج کل رُکا ہوا ہون جو جو پریجمالین آتی جائین اُنھین رکھتی جاؤ۔ آرام سے رکھو۔ تاکہ اچھا کھانے۔ اچھا پہنے۔ اور روز روز حمام کرنے سے اُن کا رنگ روپ خوب نکھر جائے۔ اور اپنے دوستون اور عزیزون سے چھوٹنے کا غم بھی بھول جائین۔ پھر مین اُنھین ایک ساتھ بلانا شروع کرون گا۔ آج کل مین ذرا پریشان ہون"

حشمت۔ (دوسری خواص جو پہرے پر تھی) "حضور کچھ زبان سے تو کہین کہ دشمنون کو کس بات کی فکر ہے؟ ہمین ذرا بھی پتہ لگے گا تو زمین آسمان ایک کر دین گے اور جس طرح بنے گا حضور کی فکرون کو دور کر دین گے"

نواب۔ (ایک ٹھنڈی سانس لے کے) "آہ تمھین سے میری پریشانی دور ہو سکتی تو پھر کیا تھا؟ وہ بات تمھاری اختیار سے باہر ہے"

سعادت "ہمارے اختیار سے باہر سہی۔ مگر ہم جی بھر کے دوڑ دھوپ تو کر لین گے؟"

نواب "تمھاری دوڑ دھوپ سے کیا مطلب نکل سکتا ہے؟ اچھا بھلا تم مین سے کسی کو کوئی ایسا زبردست عامل یا جادوگر معلوم ہے جو بڑے سے بڑے جن کو جلا کے خاک کر دے؟"

سعادت "اوئی نگوڑے عاملون اور سیانون کی بھی کوئی کمی ہے! ہمارے حرام پور ہی مین بیسیون پڑے ہین"

نواب "ہان پڑے ہین مین بھی جانتا ہون۔ مگر مرا مطلب اُن سے نہ نکلے گا۔ مجھے تو ایسا زبردست عامل چاہیے جو سارے جنون پر حکومت رکھتا ہو۔ اور کیسا ہی سخت جن ہو اُس سے پیش نہ پا سکے۔ مجھے تمھارے باوا کا سا مکار عامل نہین چاہیے"

ہمارے ناظرین کو یہ سُن کے افسوس ہو گا کہ یہ خواص مولوی سعد اللہ صاحب کی بیٹی ہے جو مولنا کے بھاگتے ہی پکڑ وا بلائی گئی تھی۔ اور اب لونڈیون کی طرح محل مین خواصی کی خدمت انجام دیتی ہے۔ اس کا اصلی نام زبیدہ تھا۔ مگر نواب صاحب نے اپنی لونڈی بنانے کے بعد اُسے مولنا کی یاد تازہ رکھنے کے لیے سعادت کا خطاب دیا۔ اُسکی مان بھی بیٹی کے ساتھ تھی مگر چند روز ہوے فالج مین مبتلا ہوئی اور کام کاج سے معذور دیکھ کے محل سے نکال دی گئی۔ اب وہ سعید خان کے گھر مین ایک تنگ و تاریک مکان مین رہتی ہے۔ اور بیٹی کبھی کبھی دو گھڑی کو جا کے اُسے دیکھ آیا کرتی ہے۔ نواب نے جب سعادت کے سامنے "باوا" کا لفظ کہا تو اُس دل کو ایک چوٹ سی لگی۔ مگر ضبط کیا اور عرض کیا "حضور ایک وہ مکار تھے ساری دنیا تھوڑا ہی فریبی اور دغاباز ہے؟ دنیا مین ایک سے ایک زبردست عامل پڑا ہے"

نواب "ہان بس کوئی ایسا ہی زبردست عامل ہو جو دنیا مین جواب نہ رکھتا ہو"

سعادت "کوئی پندرہ روز ہوے لونڈی نے سُنا تھا کہ جلال نگر مین کوئی بڑے زبردست ولایتی مُلا آئے ہوے ہین۔ اور لوگ کہتے ہین کہ اُن سے بڑا عامل کسی نے کہین

نہین دیکھا ہے۔"

نواب: (دل مین کانپ کے) حلال نگر کا نام نہ لو کیا اور کہین کوئی عامل نہ ملے گا؟"

سعادت: یون تو یہان بھی بہت سے پڑے ہین۔ مگر سنتی ہون کہ اُن کا سا۔ یہ دست عمل کسی کے پاس نہین ہے"

نواب: اچھا تو وہ یہان چلے آئین گے؟"

سعادت: اب یہ اُن سے پوچھوا کے عرض کر سکتی ہون۔ خدا جانے اب وہ ہین بھی یا نہین۔ ایسے لوگ کسی جگہ ٹکتے کم ہین"

نواب: تو کل ہی دریافت کر کے مجھے بتاؤ"

سعادت: کل پہ اُٹھا رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ حکم ہو تو اُسی وقت دریافت کر کے عرض کرون۔ بندی جان محلدار نے اُن عامل صاحب کا ذکر کیا تھا۔ مین اُن سے جا کے ابھی پوچھے آتی ہون"

نواب: جاؤ۔ پوچھ آؤ۔ بلکہ بندی کو اپنے ساتھ لیتی آنا شاید مجھے کچھ اور پوچھنا ہو"

اجازت پاتے ہی سعادت اُٹھ کے کمرے سے باہر نکلی۔ اور محل کے اس حصے کی طرف چلی جہان بندی رہتی تھی۔ وہی قدم گئی ہوگی کہ اُسے نواب کے اس دلی خواہش کلے کا خیال آیا جو اُنھون نے مولوی سعد اللہ کی نسبت کہا تھا۔ کہنے لگی، ہائے! اباجان نے عالم و فاضل ہو کے اس نواب کی خوشامد مین اپنی زندگی کیسی خراب کی! یہ اُنھین کے اعمال ہین کہ اُن کی بیٹی بے عزت اور بے آبرو ہو کے نواب کے گھر کی لونڈی بنی ہوئی ہے! اگر اے پاک پروردگار! اس مین میرا کیا قصور تھا جو اُن کے بُرے کامون کا خمیازہ مین بھگت رہی ہون؟ سچ ہے گنہگارون کے ساتھ بے گناہ بھی راندے جاتے ہین۔ مگر مین کسی نہ کسی طرح نواب سے اپنا بدلہ لے ہی لیتی ہون۔ اور ہمیشہ لون گی۔ اُس نے میری آبرو لی۔ اور مین جہان تک بنتا ہے ادنیٰ ادنیٰ درجے کے ذلیل لوگون سے اُس کی بہو بیٹیون کو بے آبرو کراتی ہون۔ وہ سب اُس کی بدگمانیون کے کٹھرے مین بند ہین مگر مین اپنی چالاکیون سے کوئی نہ کوئی راستہ نکال ہی دیتی ہون۔ لیکن کیا

اس مین مجھے اپنا بدلہ مل گیا ؟ ہرگز نہین۔ ابھی بدلہ لون گی۔ اور اس طرح کہ یہ ناپاک اور بے غیرت نواب بھی یاد کرے ؔ"

دل سے یہ باتین کرتی ہوئی بندی محل دار کی کوٹھری کے دروازے پر پہونچی اور دروازہ کھٹ کھٹایا۔ بندی غافل سو رہی تھی پندرہ سولہ بار دروازہ برابر کھٹ کھٹایا تو کہین اُسکی آنکھ کھلی۔ یہ سنتے ہی گھبرا کے اور کلبلا کے اُٹھ بیٹھی کہ حضور نے یاد فرمایا ہے۔ دوڑ کے دروازہ کھولا۔ اور پوچھا "خیریت تو ہے ؟"

سعادت:" ہان خیریت ہے۔ گھبراؤ نہین۔ حضور کو کسی بڑے زبردست عامل کی تلاش ہے۔ مین نے کہدیا کہ بندی جان ایسے ہی ایک ولایتی عامل کو جانتی ہین جو حلال نگر مین تھے۔ حکم ہوا کہ اسی وقت دریافت کرو کہ وہ کہان ہین ؟ اور کیسے ہین ؟ اور یہان آسکتے ہین کہ نہین ؟ اور تمھین حضور مین بُلایا ہے تم چل کے اتنا کہدو کہ ہان مین جانتی ہون اور ابھی تک وہ حلال نگر مین موجود ہین "

بندی:" اور جو وہ کہین کہ اُنھین بُلاؤ تو مین کہان سے لاؤن گی ؟"

سعادت:" اُن ولایتی عامل کو تو مین جانتی ہون مگر تم اتنا کہدینا کہ وہ کہین آتے جاتے نہین۔ اُنھین کے پاس جائیے تو کام نکلے گا "

بندی:" مجھے کیا۔ مین کہدون گی۔ مگر دیکھو ایسا نہ ہو کہ نیچے کو اُلٹی پڑے اور مفت مین میرا منھ ہونڈا جائے "

سعادت:" اس سے خاطر جمع رکھو۔ تمھاری بات جھوٹی نہ ہوگی بلکہ اتنا کرنا کہ اُن کے کمالات کے دو چار قصے بھی بنا کے بیان کر دینا۔ اور محل مین جتنی عورتین ہمارے جتھے کی ہین اُن سب سے بھی عامل صاحب کی تعریف کرا دینا "

بندی:" یہ سب ہو جائے گا مگر تم عامل کو تیار رکھو "

یہی منصوبے گانٹھتی ہوئی دونون نواب صاحب کی خوابگاہ مین آئین۔ نواب صاحب سوتے تو نہ تھے مگر افیونیون کی طرح آنکھین بند کیے ہوے پلنگ مین تھے کہ سعادت نے چٹکی شروع کی چونک کے پوچھا "سعادت !"

سعادت:" حضور !"

نواب صاحب:" بندی آئی ؟"

بندی۔ (ہاتھ جوڑکے) لونڈی حاضر ہے۔ حکم؟"

نواب۔ "بھئی مجھے ایک ایسے بڑے زبردست عامل کی ضرورت ہے جو سارے ہندوستان میں جواب نہ رکھتا ہو۔ سعادت سے معلوم ہوا کہ تم کسی ولایتی عامل صاحب کو جانتی ہو جو بڑے بڑے کمال دکھا چکے ہیں"

بندی۔ "قربان جاؤں عامل تو وہ بڑے پائے کے ہیں سارے حلال نگر میں دھوم ہو رہی ہے۔ بہت سے آسیبوں کو اُنھوں نے جلا کے خاک کر دیا۔ اُن کے پاس سیکڑوں بوتلیں رکھی ہیں۔ اور اُن میں بڑے بڑے جن بند ہیں دیکھ کے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ لوٹا میں کسی کے حکم پر کوئی زبردست دیو تھا برسا، اُنھوں نے بڑی مشکلوں سے پکڑا ہے کسی طرح ہاتھ ہی نہ آتا تھا۔ ایک بڑے بھاری قرابے میں بند کر لیا ہے۔ اور ساتھ لیے لیے پھرتے ہیں۔ اُس کے اندر دیکھیے تو ہوا کے چکروں میں زرد زرد غبار سا نظر آتا ہے۔ حلال نگر میں ایک بڑے مہاجن کی بیٹی کو دس برس سے آسیب کا خلل تھا۔ اور اِس بلا کا آسیب کہ جو عامل آیا اُسے اُٹھا کے دے مارا۔ مگر یہی ولایتی مُلّا صاحب تھے جنھوں نے اُسے پکڑا۔ اب وہ اچھی خاصی ہے کسی بات کی شکایت نہیں"

نواب۔ "ہاں یہ زبردست عامل معلوم ہوتے ہیں"

بندی۔ "سرکار وہ زبردست تو اتنے بڑے ہیں کہ کچھو چھے شریف جا کے کوئی آٹھ دن رہے ہوں گے۔ اور جب تک وہاں رہے کوئی مزار پر نہ جاتا تھا جتنے آسیب اور سایے والے آتے اُنھیں کے قدموں پر آ کے لوٹنے لگتے اور اچھے ہو کے چلے جاتے"

نواب۔ "تو پھر اُنھیں کسی طرح یہاں بلاؤ"

بندی۔ "بلوانے کو تو شاید حضور ہی بلوا سکیں۔ لونڈی کے بلانے سے تو وہ آ چکے اُن میں عیب ہے تو یہی کہ کسی کے یہاں جاتے نہیں۔ اور جس شہر میں جہاں جا کے ٹھہر جاتے ہیں وہاں سے نہیں اُٹھتے"

نواب۔ "تو کیا میرے بلانے سے بھی نہ آئیں گے؟"

بندی۔ "لونڈی کی دانست میں تو نہ آئیں گے"

نواب:" اچھا مین خود چلون گا۔ کیا کہون حلال نگر مین جانے کو جی نہین چاہتا۔ وہان کے لوگ بڑے شریر مفتنی اور چالاک ہین۔ مگر کیا کیا جائے؟ مجبوری ہے۔ خیر مین پرسون چلون گا۔ تم تیار رہنا۔ اور سعادت و حشمت تم دونون بھی ساتھ چلو گی۔ مگر دیکھو خبردار اندر نہ باہر کسی کو نہ معلوم ہونے پائے کہ مین کسی عامل سے ملنے کے لیے جا رہا ہون کسی کو بھی خبر ہوئی تو تینون کو جان سے مار ڈالون گا۔ مگر افسوس! دنیا مین کوئی رازدار نہین ملتا میری روز کی باتین خبرون مین پہنچ جاتی ہین کوئی اخبارون مین چھاپتا ہے کوئی ناول بنا کے میری مٹی خراب کرتا ہے اور مین دانت کٹ کٹا کے رہ جاتا ہون۔ اپنی بوٹیان نوچتا ہون اور کوئی زور نہین چلتا۔

دوسرا باب

ریل کا پھاٹک

تیسرے دن تیسرے پہر کو ہمارے حیران و متفکر نواب صاحب نے دو موٹرین منگوائین ایک زنانی۔ اور ایک مردانی عورتون کی صحبت نے چونکہ حد سے زیادہ زنانہ پن مزاج مین پیدا کر دیا ہے۔ اس لیے خود زنانی گاڑی مین بیٹھے تینون عورتین سعادت حشمت اور بندی کو اپنے ساتھ بٹھایا۔ دوسری مردانی موٹر مین چند مصاحب اور خدمت گار بیٹھے۔ اور محل کے کلاک ٹاور (گھنٹہ گھر) نے تین بجائے تھے کہ موٹرین "بھونپو" بجا کے چلین۔ دم بھر مین ہوا سے باتین کرنے لگین۔ اور پورا ڈیڑھ گھنٹہ نہین ہوا تھا کہ حلال نگر مین تھین۔

حلال نگر کی آبادی مین داخل ہونے کے لیے ریل کی سڑک پر سے ہو کے گزرنا پڑتا تھا اس وقت اتفاق سے ٹرین آنے والی تھی لائن کلیر ہو چکا تھا اور چوکیدار نے پھاٹک بند کر دیا تھا۔ فرعون ترشت نواب کی موٹر پہونچی تو شوفر (ہنکانے والے) نے ڈانٹ کے کہا "پھاٹک کھولو" چوکیدار نے اس کا کچھ جواب نہین دیا۔ شوفر نے دوبارہ ڈانٹ بتائی کہ "ابے سنتا نہین! پھاٹک کھول!" چوکیدار ایک مسلمان پٹھان تھا یہ تحکمانہ سن کے آپے سے باہر ہو گیا اور کہا

"آدمیت سے نہین بات کرتا ؟ پھاٹک نہین کھل سکتا"
شوفر: "جانتا بھی ہے کہ کس کی سواری ہے ؟ حضور نواب صاحب حرام پور آئے ہین ؟"
چوکیدار خان صاحب نے نواب حرام پور کا نام سُنا تو دل مین کچھ ایسا بغض بھرا ہوا تھا کہ تن بدن مین آگ لگ گئی۔ بگڑ کے کہا "نواب ہے تو اپنے گھر کا ہے۔ یہان ایسے سیکڑون نواب ٹھوکرین کھاتے پھرتے ہین"
نواب صاحب ایسا سخت فقرہ اپنے کانون سے سُنین اور تاب رہے! بلبلا کے بے تحاشا موٹر سے کود پڑے۔ پنجہ ہاتھ مین لیے ہوے چوکیدار کیطرف جھپٹے اور کہا، کچھ شامت تو نہین آئی ہے مردُود کی ؟ ٹکے کا نفرہ اور زبان دو ہاتھ کی! یہ کہکے ارادہ کیا کہ زبردستی پھاٹک کھول لین۔
چوکیدار: (ڈھکیل کے) "منھ سنبھال کے بات کہ اپنی ریاست مین ٹرا لیا کر" یہ کہکے پھاٹک مین قفل ڈال دیا۔ اور بولا، دکھاؤن جھنڈی ؟ اور بلاؤن پولیس والون کو ؟"
مگر نواب صاحب اُسی طرح کھڑے ہوے اور بالکل آپے سے باہر تھے اتنے مین مصاحبون نے دوسری طرف سے سمجھانا شروع کیا کہ حضور اپنی طرف ملاحظہ فرمائین کس نفرے کے منھ لگتے ہین ؟"
اُدھر چوکیدار خان صاحب نے لال جھنڈی دکھا دی تھی اسٹیشن کے بہت سے آدمی اور پولیس کے جوان آپہونچے۔ اور یہان یہ تماشا دیکھا کہ چوکیدار نواب پر الزام قائم کر رہا ہے کہ اُنھون نے سرکاری ملازم کے اپنا فرض بجا لاتے وقت اُس کو پنجہ کھایا دوسری طرف نواب صاحب اُسے گالیان دے رہے ہین۔ اور تیسری عورتین جو موٹر کے اندر ہین گلا پھاڑ پھاڑ کے کوس رہی ہین کہ موذی کا ڈ کے منھ کو جھلسا گئے۔ اللہ کرے اِسے سانپ ڈسین مُوے کی قبر مین کیڑے پڑین"
اسٹیشن والون کو دیکھتے ہی نواب صاحب نے غیظ وغضب سے کہا "مین اسی وقت لاٹ صاحب کو تار دون گا۔ اور سب گواہ رہیے کہ یہ لوگ مجھ سے کیسی گستاخی کے ساتھ پیش آئے"
ریلوی سب انسپکٹر (جو چوکیدار کا بیان سُن چکا تھا) "اب گواہیان کے

نام لکھ لیجئے۔ اور آپ شوق سے تار دیں۔ مگر ہم اس وقت آپ کا چالان کرنے پر مجبور ہیں۔ پھاٹک ریلوے کمپنی کے حکم سے بند تھا۔ آپ نے سرکاری آدمی کو تپنچہ سے دھمکایا۔ اُسے مارا۔ اور زبردستی پھاٹک کھولنے کا قصد کیا۔ تپنچہ اِدھر لائیے۔ یہ عدالت میں پیش ہو گا۔"

نواب صاحب۔" میں نے اس لیے دھمکایا کہ اُس نے میرے ساتھ گستاخی کی تھی لیکن میں نے فیر نہیں کیا۔"

سب انسپکٹر۔" بس یہی چل کے عدالت میں بیان کر دیجیے گا۔" اپنے دو جوانوں سے "لے لو انھیں اپنی حراست میں۔" یہ رنگ دیکھا تو نواب صاحب کے ہوش رفوچکر ہوئے۔ اور سب انسپکٹر سے کہا "آپ بغیر لاٹ صاحب سے دریافت کیے ہم پر مقدمہ نہیں چلا سکتے۔"

سب انسپکٹر۔" ہمیں اس قسم کا کوئی حکم نہیں ملا ہے۔ اور اگر ایسا ہے تو آپ عدالت سے چھوٹ جائیں گے۔ لیکن اس وقت تو چالان ہو گا۔"

اب سب کا رنگ فق تھا۔ اور نواب صاحب کے چہرے پر ایک رنگ آتا تھا اور ایک جاتا تھا۔ ساری فرعونیت اور انانیت خواب خرگوش ہو گئی۔ اور عاجزی کے ساتھ کچھ کہنے کو تھے کہ ریلوے ٹرین آ گئی۔ جس نے دم بھر کے لیے سب کو خاموش کر دیا۔ اور اُس کے گزر جانے کے بعد پولیسمین نے بڑھ کے نواب صاحب کا ہاتھ پکڑ لیا۔ یہ دیکھ کے نواب صاحب کے مصاحب سب انسپکٹر کو منت و سماجت کر کے الگ ہٹا لے گئے۔ اور کہا "حضور جانے بھی دیں۔ یوں بھی آپ جانتے ہیں کہ نواب صاحب کو سزا ہونے سے رہی۔ آپ یہ دو ہزار روپیہ کے نوٹ اور یہ الماس کی انگوٹھی لے لیں اور درگزر کریں۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس معاملے کی سرکار میں رپورٹ نہ ہو۔"

سب انسپکٹر نے خاموشی کے ساتھ وہ انگوٹھی اور نوٹ لے کے اپنے ایک دوست کے حوالے کیے۔ اور کہا "خیر خاطر ہے۔ مگر نواب بھی اس معاملے کو حکام تک نہ پہونچائیں۔"

مصاحب۔" ہرگز نہیں۔ بھلا وہ اپنی ذلت کریں گے؟"

یہ معاملت ہوتے ہی نواب صاحب بلا سے چھوٹ کے اپنی موٹر مین بیٹھے بصاحب اپنی موٹر مین گئے۔ پھاٹک کھل ہی چکا تھا سب نے آگے کی راہ لی۔ اور سب انسپکٹر نے دل مین کہا "خدا کی کریمی کے صدقے! یہ مفت کی انگوٹھی اور دو ہزار کی رقم خوب دلوائی"

موٹر کے روانہ ہونے کے بعد جب نواب صاحب کے حواس ذرا درست ہوے تو بولے "خدا نے بڑی خیریت کی"

بندی: "اے حضور بڑی خیریت! لونڈی تو ڈری ہوئی تھی کہ یہ موا اُجڈ اور جلا ہوا پٹھان دشمنون کی جان پر حملہ نہ کر بیٹھے"

نواب صاحب: "یہ کیون؟ مین نے اس کا کیا بگاڑا ہے؟"

بندی: "حضور کو نہین خبر؟ اے یہ تو پرانا دشمن ہے۔ یہی غنیمت جانیے کہ اس نے میری صورت نہین دیکھی۔ ذرا بھی جھلکی دیکھ لیتا تو غضب ہی ہو جاتا!"

نواب صاحب: "آخر دشمنی کا سبب؟"

بندی: "حضور کو یاد ہوگا وہ خوبصورت سی گدبدی عورت نہ تھی زیب النسا؟"

نواب صاحب: "کون زیب النسا؟ اس نام کی بہت سی آ چکی ہین۔ کچھ پتہ دو تو سمجھ مین آئے"

بندی: "اے حضور وہ جو کئی سال ہوے دس پندرہ دن تک خوب ہلی ملی رہی تھی پھر اُس کے بعد ایک دن چھپا کے اُسترا لے آئی تھی کہ حضور کو دنیا کے کام ہی کا نہ رکھے۔ مین تلاشی نہ لون تو غضب ہو گیا تھا۔ خیر حضور نے اس جُرم کی سزا مین اُسے قید کر دیا تھا۔ اور وہ کوئی جتن کر کے بھاگ گئی تھی"

نواب صاحب: "ہان ہان مجھے خوب یاد ہے۔ بھلا اُسے بھول سکتا ہون؟ مگر اُس کو یہان سے کیا تعلق؟"

بندی: "چوکیدار پٹھان اُس کا چچا ہے۔ جب وہ قید سے بھاگ کر اپنے گھر آئی۔ تو میان نے کہا مین ایسی عورت کے ساتھ نہ ہون گا جو بے آبرو ہو چکی ہے۔ اور منھ چھپا کے کسی طرف نکل گیا۔ اسی کے غم مین زیب النسا اندر ہی اندر گھل کے مر گئی۔ اور اُس کے دو ننھے بچون کو یہی پٹھان پال رہا ہے۔

اور جانتا ہے کہ اُس کے گھر کی یہ تباہی حضور کی وجہ سے ہوئی"!

نواب صاحب:- "خیر شکر کرنا چاہیے کہ خدا نے بڑی آفت سے نجات دلائی"!

سعادت۔ (جو دل مین خوش تھی) "اے آفت سی آفت"!

بندی:- "مین نے منت مانی ہے کہ گھر چل کے مولا مشکل کشا کے کونڈے کرون گی"!

نواب صاحب اگرچہ اس وقت نہایت پریشان تھے مگر فطری زندہ دلی بھلا کہین جاتی ہے؟ کونڈون کا نام سنتے ہی ہنس کے بولے، "تمھارا کونڈا مین کرون گا"!

نواب کا یہ مذاق سُن کے بندی دل مین تو کانپ گئی مگر زبان سے کہا "حضور کو اختیار رہے۔ جس طرح چاہین جان لین۔ مگر لونڈی کس قابل ہے"؟

تیسرا باب

شادی کی محفل

اب نواب خاموش تھے اور دل ہی دل مین اپنے اوپر لعنت بھیج رہے تھے کہ بندی نے کہا "اب حضور چل کے ہوٹل مین ٹھہرین۔ مجھے اور سعادت کو اجازت دین کہ ہم دونون جا کے اُن ولایتی عامل صاحب کا پتہ لگائین جنھون حضور ہی مین حاضر رہے گی"!

یہ کہہ ہی رہی تھین کہ موٹرین اُس عالیشان ہوٹل مین پہونچین جہان نواب صاحب کئی بار ٹھہر چکے تھے۔ ریلوے لائن پر ایسا واقعہ پیش آ چکا تھا کہ ہوٹل پہونچتے پہونچتے سارے شہر مین نواب صاحب کے ورود کی خبر مشہور ہو گئی۔ اتفاقاً آج ہی رات کو مولوی وجاہت حسین نام جلال نگر کے ایک رئیس اعظم کے یہان بیٹے کی شادی کی تقریب تھی۔ اور بڑے تزک و احتشام سے محفل رقص و سرود

لہ کونڈا کرنا دربار حرام پور کی ایک خاص شرمناک اصطلاح ہے جس کی تشریح و توضیح کو ہماری تہذیب نہین برداشت کر سکتی۔ کبھی دل لگی کے لیے اور کبھی سزادہی کے طریق پر عورتون کے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا ہے۔ افسوس کہ نواب کی اس نحش دل لگی سے اکثر عورتین مہینون اُٹھنے کے قابل نہین رہین۔ اور بعض جان بر نہ ہو سکین۔

منعقد ہونے والی تھی مولوی صاحب کو جو معلوم ہوا تو اُسی وقت ہوٹل مین حاضر ہو کے اپنی اطلاع کرائی اور باریاب ہوتے ہی عرض کیا "آج غلام زادے کا عقد ہے اگر حضور قدم رنجہ فرمائین گے تو عزت افزائی ہوگی"

نواب صاحب "آپ کو بلانا تھا تو میرے وہان حرام پور مین رقعۂ دعوت بھیجا ہوتا۔ مین مہمان ناخواندہ بن کے نہین آنا چاہتا"

مولوی صاحب "حضور غلام کی اتنی حیثیت نہ تھی کہ حضور کو وہان حاضر ہو کے دعوت دیتا لیکن اب میری خوش نصیبی سے حضور رونق افروز ہو گئے ہین تو عزت افزائی کرنے مین تامل نہ فرمائین"

نواب صاحب "اچھا یہ بتائیے کہ آپ کے ہان محفل مین مجرے کو کون کون طائفے آئین گے"

مولوی صاحب "حضور قرب و جوار کے تمام نامی طائفے ہین"

نواب صاحب "اچھا مین یہ نہین چاہتا کہ آپ کی دلشکنی ہو۔ آؤن گا"

مولوی صاحب نے سنتے ہی اظہار مسرت کے لیے نذر دکھائی۔ اور رخصت ہو کے واپس گئے کہ میزبانی کا شاہانہ سامان کرین۔

اُن کے جانے کے بعد نواب صاحب نے بندی اور سعادت سے کہا "تم جا کے اُن عامل صاحب کا پتہ لگاؤ۔ اور سب دریافت کر لینا کہ وہ میرے پاس آ [illegible] یا نہین۔ اور نہ آئین تو پھر کہان ملین گے۔ ان سب باتون کا پتہ لگ کے کل جب [illegible] اُٹھون تو مجھے خبر کرنا۔ مین آج رات کو مولوی وجاہت حسین صاحب کے ہان شادی مین جاؤن گا"

دونون عورتون نے بجا آوری حکم کا وعدہ کیا۔ اور نواب صاحب [illegible] کچھ کھا پی کے کپڑے پہنے۔ اور رات کے کوئی دس بجے ہون گے کہ ہواجون [illegible] پر سوار ہو کے مولوی وجاہت حسین کے گھر پہنچے۔ فوراً پوری محفل میں غل ہوا کہ نواب صاحب آ گئے!! مولوی صاحب تمام معزز مہمانون کے ساتھ دوڑے ہوئے باہر آئے کہ گرمجوشی سے استقبال کرین۔ مگر نواب صاحب نے کسی طرف [illegible] نہ کی کسی کو نگاہ اُٹھا کے بھی نہ دیکھا۔ سب لوگ منتظر ہین کہ نواب صاحب

نظر اُٹھائیں تو جھک کے آداب بجا لائیں۔ مگر نواب نے نہ کسی کا سلام لیا۔ نہ کسی کو آنکھ اُٹھا کے دیکھا موٹر سے اُتر کے سیدھے محفل کی طرف لپکے۔ بھری محفل تھی ہزارہا معززین شہر کا مجمع تھا۔ دولہا نے ادب سے کھڑے ہو کے مسند خالی کر دی کہ نواب صاحب رونق افروز ہوں گے۔ مگر نواب صاحب نے کسی طرف رخ نہ کیا۔ محفل کے اندر قدم رکھتے ہی سیدھے اُس رنڈی کے پاس پہونچے جو کھڑی مجرا کر رہی تھی۔ اور مُنھ قریب لے جا کے اُس کی صورت دیکھی تو تعجب کے لہجے مین کہا۔

"چندا!" اور ہاتھ پکڑ کے اُسے شہ نشین پر کھینچکر لے گئے۔ اور حکم دیا کہ دوسرا طائفہ کھڑا ہو۔

اب سب لوگ حیران ہین کہ کیا کیا جائے۔ مولوی وجاہت حسین اس خیال مین تھے کہ اپنے بیٹے کو جو دولھا ہے پیش کر کے اُس سے نذر دلوائین گے۔ پھر اپنے دوسرے بیٹون اور عزیزون سے نذر دلوا کے اُنھین باریاب کرائین گے۔ ساری محفل مین ہر شخص کو خیال تھا کہ کم از کم نواب صاحب کی خدمت مین آداب بجا لانے کا موقع ملے گا۔ لیکن سب سنّاٹے مین ہین۔ نواب صاحب کسی کی طرف نظر اُٹھاتے ہی نہین۔ چندا کو گود مین لیے ہوے شہ نشین پر بیٹھے ہین جہان سب کی نظرین پڑتی ہین۔ اور ہر شخص اُن کی ہر حرکت کو اپنی جگہ سے دیکھ رہا ہے۔ لیکن نواب صاحب کو پروا نہین! کمال بے تکلفی کے ساتھ چندا سے باتین کر رہے ہین۔ چندا مارے شرم کے دل مین کٹی جاتی ہے۔ ہاتھ پاؤن مار کے الگ ہوتی ہے۔ مگر نواب صاحب پھر کھینچ کے گود مین بٹھا لیتے ہین۔ سینے سے لگاتے لپٹاتے۔ اور بوسہ بازی کرتے ہین۔ شادی کی محفل چھوٹے بڑے سب ہی شریک ہین۔ بوڑھے اور بچے سب مجرا دیکھنے کو آئے ہین۔ بیٹے باپون کے پاس۔ اور چھوٹی لڑکیان اپنے بزرگون کی گود مین بیٹھی ہوئی ہین سب شرما شرما کے نظرین نیچی کر لیتے ہین مارے غیرت کے پسینہ پسینہ ہو جاتے ہین۔ مگر نواب صاحب کو غیرت اور شرم سے کیا علاقہ! اُنھین تو پبلک کو اپنی مردانگی کا ثبوت دینا ہے۔

اس چندا رنڈی پر نواب صاحب بہت دنون سے مٹے ہوے تھے۔

فریفتہ ہو کے اُسے اپنی ریاست مین لے گئے تھے اور اُس سے بے انتہا پینگ بڑھے ہوے تھے۔ گر وہ لاکھ رنڈی تھی۔ پھر بھی غیرت دار تھی۔ نواب صاحب کی بیحیائیون بے غیرتیون اور بد تمیزیون کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ پہلے تو انھین ان حرکتون سے روکا اکیلے مین بیٹھ بیٹھ کے سمجھایا۔ مگر جب دیکھا کہ سمجھانے کا اُلٹا اثر پڑتا ہے تو ڈری کہ ایسا نہ ہو بہائم صفت نواب آبرو لینے کا درپے ہوجائے کونڈون کی بارہا سر کر چکی تھی۔ بظاہر تو نواب سے ملی رہی مگر چپکے ہی چپکے بند و بست کر کے حرام پور سے بھاگ کھڑی ہوئی! اور اپنا مال و اسباب بھی نکال لائی! اب اُس کے لانے اور پھانسنے کے لیے نواب کے مصاحبین دوڑنا شروع ہوے۔ سب نے سمجھایا اور ہر طرح کا لالچ دلایا مگر اُس نے صاف انکار کیا اور کہا مین حرام پور پر لعنت بھیجتی ہون۔ آج اس صحبت مین جو اتفاقیہ مل گئی تو نواب صاحب نے پھر اُسے پھسلانا شروع کیا اور ساتھ جانے پر لاکھون قسمین دلائین۔ مگر اُس نے جو نہین کی تو پھر کیا مجال تھی کہ زبان سے ہان نکلے۔ نواب صاحب سمجھتے تھے کہ میری اِن بیحیائی کی حرکتون سے وہ مجھ پر فریفتہ ہو جائے گی۔ اور اُسے زیادہ نفرت ہوتی جاتی تھی۔

آخر اپنی تمام کوششون مین عاجز آکے نواب صاحب نے مُنھ پھلا لیا! اور جس طرح بے تکان آئے تھے اُسی طرح بے تکان اُٹھ کے چلے گئے۔ وجاہت حسین کو ندامت تھی کہ ایسے بیہودہ کو کیون بُلایا تھا اور ساری محفل لعنت بھیج رہی تھی کہ نواب کی بد تمیزیون سے صحبت بے مزہ ہو گئی۔ اور بیچارے کامل فن ارباب نشاط کے اِس بیہودہ اور بد تمیز نواب کی بیحیائیون کا مجرئی دیکھنا پڑا۔

چوتھا باب

ہوٹل کی سرگذشت

رات کے تین بجے ہون گے کہ نواب صاحب ہوٹل مین پہونچے۔ وہان پہونچے تو ایک ہنگامہ نظر آیا۔ نواب صاحب کے آنے کی خبر سنتے ہی حلال نگر

کے ایسے پاک وصاف شہر مین زناکاری وشہوت پرستی کی دنیا مین حرکت پیدا ہوگئی تھی۔ شہر کے سارے گھٹے اور اکثر بازاری رنڈیان جمع ہوگئین تھین کہ باریابی کی عزت حاصل کرین۔ بہت سے ناچنے والے کتھک کے لونڈے جن مین ذرا بھی رسیلاپن تھا پکڑ لائے گئے تھے۔ اور یہ سارا طوفان بدتمیزی ہوٹل کے گرد وپیش منڈلا رہا تھا۔ نواب صاحب کے آتے ہی سب کے سب اندر گھس پڑے۔

اتفاق سے ایک معزز یورپین مع اپنی لیڈی کے ہوٹل مین ٹھہرے ہوے تھے شور وہنگامے سے اُن کی نیند اُچٹ گئی۔ باہر نکل کے یہ شور محشر اور بے حیائی کا مجمع دیکھا۔ بیرا سے بلا کے پوچھا یہ کیا آفت ہے؟ اُس نے کہا "نواب حرام پور آئے ہوے ہین۔ اور یہ سب لوگ اُنھین سے ملنے کو آئے ہین" سنتے ہی صاحب کو غصہ آگیا۔ ڈنڈا لے کے باہر نکلے اور حکم دیا کہ "نواب کو اور سالے آدمیون کو اسی وقت نکال دو" انگریز کا حکم۔ بھلا اُسے کون ٹال سکتا تھا؟ فوراً ہوٹل کے سارے ملازم جمع ہوگئے۔ اور لوگون پر بے تحاشا ڈنڈے پڑنے لگے۔ سب کے سب بدحواسی کے ساتھ گرتے پڑتے بھاگے۔ اور کسی کا پتہ نہ تھا۔ اسی سلسلے مین بیراؤن نے نواب صاحب کا اسباب بھی باہر نکال کے پھینک دیا۔ اور سنتے ہین کہ وہ ایک ہلکے سے ڈنڈے بھی اُن پر پڑ گئے۔ مرتا کیا نہ کرتا۔ موٹر مین بیٹھ کے ہوٹل سے باہر نکلے۔ وہ دونون موٹر مین قریب ہی سڑک کے کنارے ایک مقام پر رک لین اور اُنھین مین درختون کے نیچے بسیرا لیا۔

صبح کو آنکھ کھلی تو دیکھا کہ بندی اور سعادت بھی موجود ہین گو کہ عجیب مصیبت و بے خانمانی مین رات کاٹی تھی مگر حشمت کی جی سے آنکھ نکل ہی گئی۔ انگڑائی لے کے پوچھا "کہو تم نے اُن عامل صاحب کا پتہ لگایا۔ خدا جانے کس منحوس گھڑی گھر سے چلا تھا کہ جو بات پیش آتی ہے اُلٹی ہی ہوتی ہے۔ وہان ریل کے کھٹکے پر وہ ماجرا پیش آیا۔ جینا کی لاکھ خوشامد کی کمبخت نے ایک نہ سنی۔ ہوٹل مین رات کو جو آفت سر پہ آئی وہ سب پہ بالا ہے۔ تم بھی کوئی ایسی ہی خبر لائی ہوگی"

بندی "قربان جاؤن بالکل ایسی تو نہین ہے۔ مگر جھگڑا اس مین بھی پڑ گیا"

نواب:" وہ تو مین پہلے ہی سے سمجھا تھا۔ خیر بتاؤ اس مین کیا جھگڑا پڑا؟"
بندی:" خداوند ان عامل صاحب کا نام ملا مراد ہے"
نواب۔(بات کاٹ کے) "نام تو اچھا اور مبارک ہے"
بندی:" جی ہان اُن کے پاس جانے سے مراد پوری ہو ہی کے رہتی ہے۔ مگر لوگون نے اُنھین اِس قدر گھیرا اور ستایا کہ جلال نگر کو چھوڑ کے کوئی پانچ کوس پر ایک جنگل مین کے جا کے بیٹھ رہے ہین۔ وہان ہندو جوگیون کی طرح دھونی رمائے بیٹھے رہتے ہین۔ اور کوئی لاکھ بلائے اور چاہے کیسا ہی لالچ دلائے اپنی جگہ سے نہین اُٹھتے"
نواب:" تو کیا مضائقہ ہے؟ موٹر مین بیٹھ کے ہم دم بھر مین پہونچ جائین گے"
سعادت:" مگر حضور خرابی تو یہ ہے کہ وہان بھی دِن کو وہ کسی کو اپنے پاس نہین پھٹکنے دیتے۔ فقط رات کو آٹھ بجے کے بعد ملتے ہین"
نواب:" خیر وہ جب ملین۔ تمھین وہ جگہ تو معلوم ہے جہان ہین؟"
سعادت:" جی ہان! ہم اور بندی دونون اس جگہ کو خود جا کے دیکھ آئے ہین۔ مگر فقط جگہ معلوم ہو گئی۔ اُن کا پتہ نہ تھا۔ دن کو خدا جانے کہان غائب ہو جاتے ہین؟ سنتی ہون کہ لوگون نے جا کے چارون طرف کی خاک چھان ڈالی مگر اُنھین نہ پایا"
نواب:" تو پھر آج رات کو چلو۔ چاندنی رات ہے جانا اور آنا لُطف سے خالی نہ ہو گا"
بندی:" قربان جاؤن ایک شرط بڑی ٹیڑھی ہے"
نواب:" وہ کیا؟"
بندی:" حضور وہ شرط یہ ہے کہ جو اُن سے ملنے کو جائے پیدل جائے۔ یا گاڑی پر ہو تو اتنی دور پر گاڑی چھوڑ دے کہ اُنھین پتہ نہ لگے۔ موٹر کی آواز اور دور وہ بھی رات کو میلون تک جاتی ہے۔ اور اُنھین کہین پتہ لگ گیا کہ یہ لوگ موٹر پر آئے ہین تو بُرا ہو گا"
نواب:" کیا مضائقہ ہے۔ ہم موٹر کو ایک میل ادھر چھوڑ دین گے۔ اور

چاندنی مین ٹھنڈے ٹھنڈے ٹہلتے چلے چلین گے۔ وہان اور کوئی ہونے سے رہا جس کے دیکھ لینے کا ڈر ہو"

سعادت: "اور کوئی کیون ہونے لگا تھا؟ اور بمبئی مین کیا جانون شاید کوئی ہو۔ لوگ دور دور سے اُن کے پاس آتے ہین۔ اور اُن کا وقت رات ہی کا ہے"

نواب: "تو ہم دور سے دیکھ لین گے کہ کوئی اور تو نہین ہے۔ اور جب سب ہٹ جائین گے تب جائین گے۔ لیکن وہان تو ہم رات کو چلین گے دِن کو کہان چل کے ٹھہرین؟"

بندی: "یہ موا انگریز بڑا ظالم نکلا۔ تین بجے رات کو ہوٹل سے نکلوا دیا۔ اور کمبخت ہوٹل والون کو بھی خیال نہ آیا کہ کیا کر رہے ہین؟"

نواب: "یہ صرف پُرانی عداوت کی وجہ سے ہے۔ نینی تال مین بھی ایک دفعہ ایسا ہی واقعہ پیش آیا بلکہ وہان تو ان لوگون نے مجھے منع کر دیا کہ جہان انگریز لوگ رہتے یا ٹہلتے ہون نہ ٹھہرا کرون۔ مگر دیکھو لاٹ صاحب سے مل کے کیا کرتا ہون سب باتون کا بدلا نہ لیا تو بائین مونچھ مُنڈوا ڈالون۔ اور یہان تو ارادہ ہے کہ اپنا ایک ذاتی مکان مول لے لون۔ لیکن اِس شہر کے بدمعاشون کا خیال آتا ہے تو دل مین نفرت پیدا ہو جاتی ہے"

سعادت: "لیکن آج دن بھر حضور کہان رہین گے؟"

نواب: "کیا کہون، چندا کے وہان اچھی خاصی طرح جا کے ٹھہر جاتا۔ لیکن اس ظالم نے رات کو ایسی سنگدلی اور بیوفائی کی کہ اُس کی صورت سے بھی نفرت ہو گئی۔ خیر کسی اور ہوٹل مین جا کے ٹھہر جاؤن گا"

یہ کہہ کے مصاحبون کو روانگی کا حکم دیا۔ اور سواری ایک دوسرے ہوٹل مین رونق افروز ہوئی۔ جہان پہونچتے ہی نواب صاحب نے حسب عادت سارا دِن خواب خرگوش مین بسر کیا۔ مغرب کے وقت اُٹھے اور ملا صاحب کے پاس جانے کی تیاریان ہونے لگین۔

پانچوان باب

مُلّا کی ملاقات

چاندنی رات ہے اور گرمیون کا موسم ظلمتکدۂ شب مین چاند کا قمقمہ روشن ہو کے آٹھ
چکے ہین۔ اتنے مین دو موٹرین خاک اُڑاتی اور ہوا سے باتین کرتی ہوئی حلال نگر کے
شمالی ناکے سے نکلین۔ ماہتاب داہنی جانب کے افق سے بلند ہو کے سیم تنان
کی محفل مین اِس بیباکی سے گھس پڑا ہے جیسے ہمارے نواب حرام پورا ایک
اپنے وزیر کے زنانے مین گھس پڑے تھے اور اُن کے خون سے لڑکی بی بیان
اِدھر اُدھر بھاگ گئین تھین لیکن جو بدنصیب بہو بیٹیان زبردستی روکی گئین تھین
ان کے چہرے اسی طرح اُتر گئے تھے جیسے اس وقت ماہتاب کی بیباکیون سے چند نظر
نیوالے آتش رُخان فلک کے چہرے اُترے ہوے ہین۔ یا شاید یہ ہوا کہ اُن بلند رفتار
موٹرون کو دیکھ کے جن پر نواب حرام پور اور اُن کے مصاحب سوار ہین اور اُن کی
بدکاریون کے خیال سے شرما کے پاکدامن حسینان فلک نے اپنی آنکھین بند کر لی ہین۔

دم بھر مین موٹرین میدانون اور گھنے درختون مین گزرتی ہوئی کوسون نکل گئین
اور یکایک بندی جان نے جو نواب کے برابر بیٹھی تھی چلا کے کہا "بس بس! حضور موٹرین
رکوائیے۔ دیکھیے وہ اندھیرے مین دور پر گھنے گھنے درخت نہین نظر آ رہے
ہین؟ اُنھین مین مُلّا صاحب ہین۔"

فوراً نواب صاحب کے حکم سے موٹرین رُکین۔ سب لوگ سڑک پر اُتر پڑے
اور نواب نے بندی کی طرف دیکھ کے پوچھا "اکیلا مین چلون۔ یا ان سب لوگون
کو بھی ساتھ لے لون؟"

بندی "نہین حضور کو بالکل تنہا جانا پڑے گا ملّا صاحب کے سامنے تو ہم بھی حضور کے ساتھ
نہین جا سکتے۔ مگر اِن سب صاحبون کو حکم دیجیے کہ یہین ٹھہرے رہین"

نواب "بھئی مین تنہا تو نہ جاؤن گا۔ مجھ سے کچھ کہا سُنا نہ جائے گا"

بندی "یون تو ہم دونون پاس ہی حاضر رہین گے۔ مگر اُن کے سامنے ہم سب کے

ایک ساتھ جانے مین خوف ہے کہ بگڑ نہ جائین سنتی ہون کہ وہ بڑے نازک مزاج ہین۔ اور ذرا ذرا سی باتون پر بگڑ کھڑے ہوتے ہین۔"

نواب:" تو پھر اکیلی تم ہی جاکے ملو۔ اور میرا ذکر کرو۔ جب وہ اجازت دین تو مجھے بلا لینا۔"

سعادت:" ہمین عذر نہین۔ شاید ہماری التجا اور خوشامد پہ اُنھین ترس آجائے۔"

اس قرارداد کے مطابق مصاحبین یہین ٹھہر گئے۔ اور نواب اِن وضع سے کو قدمی چال چلتے ہوے آگے بڑھے کہ داہنی طرف بندی تھی اور بائین طرف سعادت اور حشمت۔ کوئی آدھ گھنٹہ مین اُن درختون کے قریب پہونچے۔ مگر دل کی یہ حالت تھی کہ جو جو آگے بڑھتے منظر بھیانک اور خوفناک نظر آتا۔ دور سے درختون کے اندر الاؤ کی روشنی مین کچھ لوگ چلتے پھرتے دکھائی دیے۔ مگر جب قریب گئے۔ اور درختون کے جھنڈ کے اندر قدم رکھا تو کوئی نہ تھا اکیلے مُلا صاحب الاؤ سے ذرا فاصلے پہ خاموش بیٹھے تھے۔ اور آپ ہی آپ نظر آنے والے رجال غیب سے باتین کر رہے تھے۔

اُن کی سفید نورانی ڈاڑھی پر آگ کی شعاعین پڑ رہی تھین اور حرکت کرنے مین ایسا معلوم ہوتا جیسے داڑھی کے اندر جا بجا بہت سے جگنو چمک جاتے ہین چہرے سے باوجود بڑھاپے کی نورانیت کے ایک دل پر ناگوار اثر ڈالنے والی صلابت اور کرختگی نمایان تھی سر پہ بڑا بھاری عمامہ تھا جس کا بوجھ اُن کے سر کو چاہے نہ محسوس ہوتا ہو مگر دیکھنے والون کے دل پر اس لیے ناقابل برداشت تھا کہ اُن کے دلون تک پہونچتے پہونچتے رعب اور خوف بن جاتا۔ گلے مین ایک لمبا اور نہایت اُجلا کرتا تھا۔ اور کمر مین سیاہ تہمت۔

اس سناٹے مین یہ صورت دیکھتے ہی نواب صاحب کو جنون کا وہ دربار یاد آ گیا جس مین اُنھین سزا دی گئی تھی۔ اور بے اختیار دل مین خیال گذرا کہ یہ مُلا صاحب کوئی جن تو نہین ہین؟ اپنا یہ خیال وہ جھک کے بندی کے کان مین کہتے ہی تو تھے کہ وہ اُنھین ایک درخت کی آڑ مین چھوڑ کے آگے بڑھ گئی اور قریب

تے ہی ملا صاحب کے سامنے سجدے مین گر پڑی۔ ملا صاحب نے اُس کی طرف
اُٹھائی تھی۔ اور کچھ کہنے کو تھے کہ سعادت بھی جا پہونچی۔ اور جھک کے
کے قدم چوم لیے۔

ملا صاحب نے دو عورتون کو ایک ساتھ دیکھا تو چونک سے پڑے ایک
کے لیے خاموش اور دم بخود رہے۔ پھر نہایت ہی بھاری اور ڈراؤنی آواز مین بولے "تم
دن کون ہو؟ یہان جنگل بیابان مین بھی میرا پیچھا نہین چھوڑتین؟"

عادت۔ (جو خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی) "آپ ہزار بھاگین مگر ہم بھلا
مبارک قدمون کو چھوڑ سکتے ہین؟"

۔ (اُسی مہیب لہجہ مین) "آخر مجھ مین کیا ہے جو تم یون راتون کو گھر چھوڑ چھوڑ کے اس
شت ناک مقام مین میرے پاس دوڑی آتی ہو؟"

عادت "فقط اس لیے کہ حضور توجہ کی نظر فرمائین"

"میرے توجہ کرنے سے کیا ہو جائے گا؟ خیر اب فضول باتین نہ کرو۔
ارا مطلب کیا ہے؟"

سعادت نے جواب مین نواب صاحب تقریبا کا رُخ کیا ہی تھا کہ بندی جان
جو زیادہ ہوشیار اور زمانہ شناس عورت تھی ہاتھ جوڑ کے عرض کیا "حضور وعدہ
ین کہ ہماری حاجت روائی فرمائین گے"

"وعدہ؟ وعدہ مین کسی بات کا نہین کر سکتا۔ خدا کے معاملات مین
ن دخل دے سکتا ہے؟"

ندی۔ (اسی طرح ہاتھ جوڑے ہوے) "مگر حضور اُس کی درگاہ مین دعا تو
سکتے ہین"

۔ (بگڑ کے) "مین سب کچھ کر سکتا ہون۔ اور کچھ نہین کر سکتا۔ تم اپنا مطلب
بیان کرو"

ندی "(قدمون پر سر رکھ کے) "پہلے حضور وعدہ تو فرمالین؟"

"تم لوگ مجھے بہت ستاتی ہو۔ کہین آرام سے نہین بیٹھنے دیتین۔ اچھا کہو۔
سے جہان تک ہو سکے گا تمھاری مدد کرون گا؟"

بندی: یہ مین ایک صاحب کو اپنے ساتھ لائی ہون اجازت ہو تو اُنھین سامنے لا کے حاضر کردن؟ اُنھین کی آرزو میری آرزو ہے۔ اور جو وہ مانگین وہی لونڈی کی مراد ہے؟"

ملا: "این! کسی اور کو بھی اپنے ساتھ لائی ہو؟ بغیر مجھ سے پوچھے کسی کو کیون لے آئین؟ اور جسے ساتھ لائی ہو کیا اُسے خود آتے شرم آتی تھی جو تمھاری شفارش اُٹھوا تا ہے؟"

سعادت: "حضور وہ اس قدر پریشان ہین کہ ان باتون کے سوچنے کی نوبت ہی نہین آئی۔"

ملا۔ (برہمی کے ساتھ) "اب یہ لوگ مجھے یہان بھی نہ رہنے دین گے بھیسٹ لگا لگا کے آتے ہین۔ میرے اذکار و اوراد مین خلل ڈالتے ہین۔ اور جب تک نہ ملون جان نہین چھوڑتے۔ خیر بلاؤ۔"

یہ جواب پاتے ہی بندی اُٹھی اور دوڑ کے نواب صاحب کو بلا لائی جو پیڑ کی آڑ مین چھپے ہوے کھڑے تھے۔ اور اس قدر خوف زدہ تھے کہ آگے قدم نہ اُٹھتا تھا بندی نے اُنھین زبردستی کھینچ کے درخت کی آڑ سے نکالا ڈھکیلتی ہوئی لائی۔ اور ملا صاحب کے قدمون پر گرا دیا۔

نواب صاحب بھلا کسی کا ایسا ادب کرتے؟ یہ مغرور پُر شور سر بھلا ممکن تھا کہ کسی کے سامنے جُھکے؟ یہ کرو وہ چہرہ اور یہ حقیر ہاتھ یا وُن خدا جانے کیسے کیسے عالمون کتنے بڑے بڑے فاضلون کی تحقیر و توہین کر چکے ہین۔ نہ معلوم کن کن اور کس کس پایے کے زبان آورون کا ناطقہ اُس کے پُر نخوت جاہلانہ دربار مین بند ہو چکا ہے۔ اُسے نہ مقتدایان ملت کا پاس و لحاظ ہے نہ اپنے بزرگون اور بڑون کا مگر گذشتہ دربار اجنہ کی کارروائیون نے ایسا ذلیل کر دیا ہے۔ اور اب اُسکے دل پر ایسا خوف طاری ہے کہ بے اختیار ملا صاحب کے قدمون پر گر پڑا اور اب تک پڑا ہوا ہے۔ سر اُٹھانے کی جرأت نہین ہوتی۔ مگر دلاتیی ملا بھی کچھ ایسا برہم مزاج شخص واقع ہوا تھا کہ بجاے اس کے کہ نواب کی اس فروتنی پر اُسے ترس آئے زور سے ایک لات ماری۔ اور کہا "عورتین تو جاہل اور

ں کی کچھ ہوتی ہین تو مرد ہو کے میرے سامنے سجدہ کرتا ہے؟ جا۔ دور ہو یہان
یسے بدتمیز دن سے مین نہین ملتا۔"

نواب کو لات کھانے پر بھی سر اُٹھانے کی جرأت نہ ہوئی اسی طرح زمین پر پڑے
بندی نے ہاتھ جوڑ کے کہا "حضور خفا نہ ہون۔ اور معاف فرمائین۔ انھین خبر
حضور قدمبوسی کو پسند نہین فرماتے ہین"

نہایت برافروختگی سے) "یہ قدمبوسی نہین سجدہ ہے۔ مین نے مانا کہ یہ جانتا
ایسی پرستش اور مشرکانہ حرکت سے خوش ہوتا ہون مگر آخر یہ مسلمان
نہین؟"

دت۔ (ادب سے) "مسلمان کیون نہ ہوتے؟"

تو کیا اسے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ ایسی حرکت سے یہ بے ایمان اور کافر
ہے گا؟"

دت "خیر جو ہوا سو ہوا۔ اب حضور قصور معاف فرمائین؟ اور اپنا وعدہ
ین"

مین نہ کسی بات کا دعوی کر سکتا ہون اور نہ کسی چیز کا اقرار۔ ان دعا کرو ان
تمھارا مطلب تو معلوم ہو"

دت "ہم دونون نے انھین حضور سے لاکے ملادیا۔ اب ہم یہان سے ہٹے جاتے
نھین جو کچھ عرض کرنا ہے اکیلے مین عرض کرین گے" یہ کہہ کے اُس نے نواب صاحب
ا "حضور ہم جاتے ہین۔ اور یہان حضور کے پاس ہی رہین گے۔ حضور اُٹھ کے
حب کی خدمت مین اپنی مراد عرض کرین اور جب ضرورت ہو ہمین پکار لین"

ہی دونون عورتین ہٹ کے آڑ مین اور اتنی دور پر جا کے ٹھہرین کہ نواب
ملا صاحب کی باتون کو نہ سُن سکین۔

چھٹا باب

اظہار حال

جس وقت سعادت اور بندی واپس چلی ہین نواب کا دل زور زور سے

دھڑکنے لگا۔ ارادہ کیا کہ اُنھین پکارکے روکین۔ مگر جراُت نہوئی! اسی طرح زمین پہ پڑے ہوے تھے اور اُٹھنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ یہ دیکھ کے ملا صاحب نے اُسی کرخت آواز مین مگر ذرا نرمی اور تسلی دینے کے لہجے مین کہا "خیر۔ اب اُٹھو اور بتاؤ کہ کس لیے آئے ہو؟ آخر کب تک پڑے رہو گے؟"

نواب۔ "مین نہایت خوف زدہ ہون اور حضور کی طرف نظر اُٹھانے کی جراُت نہین ہوتی"

ملا۔ "کوئی ڈرنے کی بات نہین اور نہ میری صورت ایسی ڈراؤنی ہے کہ انسان کے حواس جاتے رہین"

نواب۔ (اُٹھ کے اور دو زانو بیٹھ کے مگر نیچی نظر کیے ہوے) "لیکن میرا تو یہی حال ہے؟"

ملا۔ "اگر آدمی غور کرے تو دنیا مین کوئی ایسی چیز نہین ہے جس سے کوئی ڈرے اور نہ اصل مین کوئی کسی سے ڈرتا ہے۔ جتنا خوف اور دھڑکا ہوتا ہے سب اپنے اعمال اور اپنے گناہون کا ہوتا ہے۔ گناہون اور بدافعالیون ہی کا اثر جو آدمی پر ندامت اور خوف کی صورت مین نمایان ہوتا ہے"

نواب۔ (محض تقلیداً) "بجا ہے!"

ملا۔ (برہم ہو کے) "اس "بجا" سے مجھے نفرت ہے۔ نہ مین حرام پور کا نواب ہون جس کی نسبت دنیا بھر مین مشہور ہے کہ اول درجے کا بدکار و بدمعاش ہے اور نہ تم میرے مصاحب ہو کہ بے سوچے اور بغیر دل سے قائل ہوے بجا کہہ دیا کرو۔ سنو۔ انسان صرف ایک وجہ سے ڈرتا ہے۔ وہ فقط اپنے حرکات اور اپنی بدکاریون کے انجام کو یاد کر کے ڈرتا اور ہر اپنے پرائے سے بدگمان ہو کے اُس سے خوف کھاتا ہے اور ہر وقت اندیشہ لگا رہتا ہے کہ یہ مجھے بدنام نہ کر دے میرے ساتھ دشمنی نہ کرے۔ میرے دشمنون کا دوست نہ ہو جائے۔ ہوتے ہوتے وہ اپنے گرد و پیش کے لوگون۔ عزیزون۔ قریبون۔ بی بی۔ بچون۔ یہاں تک کہ اپنے سایے تک سے بھڑکنے لگتا ہے۔ اور چند روز مین یہ حالت ہو جاتی ہے کہ جدھر نظر اُٹھا کے دیکھتا ہے مہیب شکلین نظر آتی ہین! اور زندگی

عذاب ہو جاتی ہے"

اِن باتون نے نواب کے دل پر بڑا اثر کیا۔ دل مین کہا یہی حالت آجکل میری ہو رہی ہے۔ اپنے پرائے کو خوف کی نگاہون سے دیکھتا ہون۔ ہر شخص سے بدگمان ہون۔ جن امور کو مین مخفی اور پوشیدہ خیال کرتا تھا بالکل طشت ازبام ہو گئے۔ ہر مصاحب پر گمان ہوتا ہے کہ اسی نے راز افشا کر دیا ہو گا۔ میری یہ حالت دیکھ کے مصاحبون نے سازشین کرنا شروع کر دین۔ اُن کی پارٹیان بن گئین۔ اور ہر پارٹی دوسرے کو ملزم بتاتی ہے۔ اور مین دونون سے ڈرتا ہون"

نواب انھین خیالات مین تھے کہ ملا صاحب نے کہا "مجھے تمھارے ساتھ اوقات ضائع کرنیکی زیادہ فرصت نہین ہے جو کچھ کہنا ہو جلدی کہو"

یہ آواز سنتے ہی نواب اس طرح چونک پڑے جیسے کہ کوئی خواب مین ڈر جاتا ہے۔ گھبراہٹ کے ساتھ اپنے آپ کو سنبھالا اور کہا "مین نے سُنا ہے جناب کو اجنہ کے عالم مین حکومت حاصل ہے اور مین جنون کا ستایا ہوا ہون۔ ایک زمانے مین مین جنون کے وجود کا قائل ہی نہ تھا۔ لیکن اب یہ حال ہے کہ مجھے ہر طرف جن ہی جن دکھائی دیتے ہین۔ اور ہر وقت بیقرار روح پر ایک ہیبت طاری رہتی ہے"

ملا "جنون نے تمھین کیا ستایا؟ جنون کا قاعدہ ہے کہ اُن مین جو اچھے نیک اور ایماندار ہین وہ کبھی کسی انسان کو نہین پریشان کرتے۔ اور اسی وجہ سے اُن پر کسی کا کچھ زور نہین چل سکتا۔ ہان اشرار اجنہ البتہ کبھی کبھی لوگون کو ستانے لگتے ہین اور اُن کو ہر طرح کی سزا بھی دی جا سکتی ہے۔ تم اپنے واقعات بیان کرو تو معلوم ہو کہ تم کو کس قسم کے جنون سے سابقہ پڑا ہے تمھین وہ کیون اور کس غرض سے ستاتے ہین؟"

نواب "(ہاتھ جوڑ کے) "آپ فرماتے ہین کہ انسانون کو بُرے جن ہی ستاتے ہین"

ملا "جنون ہی پر موقوف نہین انسانون مین بھی یہی قاعدہ ہے کہ بُرے ہی دوسرون کو ستایا کرتے ہین۔ اچھے آدمیون سے کبھی کسی کو آزار نہین پہونچتا"

نواب: "بے شک! اسی سے میرا خیال ہے کہ جن جنوں نے مجھے ستایا وہ بُرے جن ہوں گے"

ملا: "حالات سنوں تو بتاؤں کہ وہ کیسے ہیں اور کون سے جن تھے"

ملا صاحب کو مشتاق پا کے نواب نے تفصیل کے ساتھ اپنے واقعات بیان کرنا شروع کیے۔ لکھنؤ میں ایک مخفی گھر میں جا کے عجیب و غریب طریقے اور نہایت خوف زدگی کے ساتھ گرفتار ہونا۔ پھر ایک عجیب عدالت میں پہنچنا جس کے اجلاس رات کو ہوا کرتے تھے۔ جنوں کے ایک شاہزادے کا مدعی ہونا فرشتہ صورت قاضیوں کا مقدمہ کی سماعت کرنا۔ اور نواب کے دوستوں اور جانے بوجھے لوگوں میں سے صدہا زن و مرد کا آ کے اُن کے خلاف گواہی دینا اُن ساتھ اور بہتوں کا مجرم قرار پانا۔ پھر عدالت کے فیصلے سے تمام مجرموں کا فنا کر دیا جانا اور اپنا ہمیشہ کے لیے مردود و ملعون قرار پا کے اور مردانگی کی قوت سے محروم ہو کے چھوڑ دیا جانا۔ غرض سارا قصہ اول سے آخر تک کہہ سنایا۔

ملا: "اور تم پر کیا الزام لگایا گیا؟"

نواب: "یہ کہ حلال نگر میں ایک زمانے تک جو دُلھنیں شادی کے دن غائب ہوتی رہی تھیں وہ میری سازش اور خواہش سے غائب ہوئیں! اور شہزادی نام حلال نگر کی ایک بازاری عورت نے میرے کہنے سے یہ ظاہر کیا کہ جنوں کا شہزادہ عباس اس کے سر پر آیا۔ اور قبول کر گیا کہ اُن دلھنوں کو وہی اُٹھا لے جاتا ہے"

ملا: "اور یہ سب واقعات صحیح تھے؟"

نواب۔ (ندامت سے آنکھیں نیچی کر کے) "صحیح ضرور تھے"

یہ بیان سُن کے ملّا مراد کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ ریش مقدس کی نورانیت سے شعلے نکلنے لگے۔ اور مشتعل آنکھیں آتشبازی کرنے لگیں۔ مگر برافروختہ چہرے کو متین و سنجیدہ بنا کے بولے: "میں نے کہا تھا کہ اچھے اور ایماندار جن انسانوں کو نہیں ستاتے۔ جس طرح اچھے آدمی مردم آزاری نہیں کرتے۔ مگر بدکاروں کو سزا دینا جس طرح اچھے انسانوں کا فرض ہے ویسے ہی اچھے جنوں پر بھی فرض ہے۔ ان واقعات سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام اچھے اور نیک جنوں کا ہے جن پر کسی کا کچھ

زور نہین چل سکتا۔ مگر خیر بتاؤ کہ تم کیا چاہتے ہو؟"

نواب۔ (ہاتھ جوڑکے) "صرف دو باتین۔ یہ کہ اُن جنون سے بدلہ لون جنھون نے مجھے ستایا۔ اور دوسرے یہ کہ میری گم شدہ قوت پھر عود کر آئے۔ مجھے پورا پورا یقین ہے کہ اگر جناب نے توجہ فرمائی تو میری دونون تمنائین بر آئین گی۔"

ملّا۔ (زیرلب مسکرا کے) "بس اسی قدر؟ یا کچھ اور بھی چاہتے ہو؟"

نواب۔ (ذرا خوش اور مطمئن ہو کے) "یہ بھی آرزو تھی کہ میرے اُن تمام نمک حرام مصاحبون اور ملازمون کا پتہ چل جاتا جنھون نے میرے خلاف شہادتین دیکے مجھے مجرم ثابت کیا ہے۔ یا کم از کم یہی معلوم ہو جاتا کہ اُن سب کا کیا حشر ہوا۔"

ملّا۔ "غرض تمھاری تمنا یہ ہے کہ تم مین پھر ویسی ہی قوت پیدا ہو جائے۔ تاکہ پہلے کی طرح پھر شریف اور بیکس لڑکیون کا شکار کھیلا کرو۔ وہ جن فنا کر دیے جائین جنھون نے تم کو سزا دی تھی۔ تاکہ پھر کوئی تمھارا ہاتھ نہ پکڑ سکے۔ اور جن لوگون نے تمھارے خلاف گواہی دی تھی۔ تمھارے قبضے مین ہو جائین تاکہ انھین سزا دو؟"

نواب۔ "جی ہان یہی چاہتا ہون۔ اور یہی میری تمنائین ہین لیکن اِن مین سے جو پوری ہو جائین۔" مگر دل پر ندامت اور کمزوری کا کچھ ایسا بار پڑ رہا تھا کہ یہ کہتے وقت نواب کی آنکھین ندامت سے نیچی ہو گئین

ملامراد نے اِن باتون کو محسوس کر لیا۔ اور کینہ آلود مسکراہٹ کے ساتھ کہا، "تم مجھ سے چارہ کار چاہتے ہو۔ اور مجھ سے جہان تک بنے گا تمھاری مدد کرون گا۔ اُن جنون کو بُلواؤن گا جنھون نے تمھارے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔ اور اُن کا بیان سننے کے بعد کہ سکون گا کہ تمھارے معاملے مین کہان تک کامیابی ہو سکتی ہے۔ مگر مین پوچھتا ہون کہ اپنی جسمانی کمزوری کے دفع کرنے کے لیے حکیمون سے کیون نہین مدد لیتے؟ اور سنتا ہون کہ ایسی شکایتون کے دفع کرنے کے لیے بعض طبیبون کے پاس نہایت ہی مجرب نسخے ہین۔"

نواب۔ "اُن سے میرا علاج نہ ہو سکے گا۔ اور سچ یہ ہے کہ مجھے اِن حکیمون کا اعتبار بھی نہین ہے۔"

"یہ کیون؟ میرے نزدیک تو ہندوستان مین بڑے بڑے حاذق طبیب پڑے
ے ہین"

اب "ایک حاذق حکیم صاحب کو مین نے اسی خیال سے بُلاکے اپنے پاس نوکر
ھا۔ اُن کا بہت کچھ پاس و لحاظ کرتا تھا۔ ہزارون روپیہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

"یہ جنون کے ہاتھ سے ستائے جانے کے بعد؟"

اب "جی نہین اِس سے بہت پہلے بے اعتدالیون اور بدپرہیزیون کی وجہ سے
ے یہ شکایت بمصداق ع اُڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے + آغاز شباب
مین پیدا ہو گئی تھی۔ اس شکایت کے رفع کرنے کے لیے مین نے اُن حکیم
احب کو اُن کے بڑے بڑے تجربے اُٹھاکے بُلایا۔ اُنھون نے کھانے اور
انے کی چند مجرب دوائین تجویز کین۔ اور فرمایا چالیس دن کے بعد سخت
ہیز اور ناقابل برداشت تُرکا دُون کے بعد مین پہلے پہل کسی نہایت ہی
ی کلوٹی دوشیزہ لڑکی کو اپنی خلوت مین بلاؤن یون میری پری جمال و حسین معشوقاؤن
ے الگ کرکے اُنھون نے یہ حرکت کی کہ علاج ہی کے بہانے میری گل اندام بی بیون سے
قات پیدا کر لیے۔ یہ جو مین نے سُنا تو تن بدن مین آگ لگ گئی۔ مگر اثنائے
اج مین بگاڑتے نہ بنتی تھی۔ بڑی مشکلون سے مین نے ضبط کیا۔ اور جب
نہ پورا ہو لیا اور ایک نہایت ہی بدصورت سیہ فام کہاری میرے محل مین
خل ہو چکی تو مین نے اپنی بے عزتی کے چھپانے کے لیے اُن حکیم صاحب پر جواہرات
رقے کا بے بنیاد الزام قائم کرکے چاہا کہ اُنھین گرفتار کر لون اور جی کھول کے
ا لون۔ مگر وہ میرے تیور پہچان گئے۔ اور قبل اِس کے کہ میرا ہاتھ اُن تک
وپنچے بھاگ کھڑے ہوے"

ا "مگر تمھین اُس علاج سے فائدہ بھی ہوا؟"

اب "جی فائدہ تو کیا دو تین مہینے فائدے کا دھوکا رہا۔ مگر بڑا فائدہ یہ ہوا
ایک بار چند روز کے لیے مین شکار کو گیا۔ میری خاص محل جن کے مہر مین
دھی ریاست کے قریب لکھی ہوئی ہے۔ اور جن سے قانونی چارہ جوئی کے
ندیشے سے مین ہمیشہ ڈرتا رہتا ہون ساتھ نکلین اور وہ حکیم صاحب کی

یادگار کتوا پری بھی ہمراہ تھی جس نے اپنی اطاعت اور دلداریون سے مجھے اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ جنگل مین پڑاؤ تھا۔ اور مین شکار کو گیا ہوا تھا خاص محل صاحبہ کیمپ کے اندر سیر کو نکلین۔ اور اُس خیمے کے پاس پہونچین جس مین میری شب رنگ محبوبہ تھی۔ اُس نے میری معشوقہ ہونے کے غرور مین اُنھین سلام نہین کیا۔ اور انھون نے ہنٹرے کے اُسے اتنا مارا کہ کھال گرا دی۔ مین جب واپس آیا تو میری مظلوم کاکل عذار حسینہ پھوٹ پھوٹ کے روئی۔ اپنے ہنڈے کی بدتین دکھائین۔ مجھے اُس کی حالت دیکھ کے بہت ہی غصہ آیا۔ اور آمادہ ہو گیا کہ اِسی وقت جا کے اسی طرح ہنٹر سے خاص محل کو پیٹون۔ لیکن مصاحبون نے روکا اور اس بے اعتدالی کے نشیب و فراز سوجھائے۔ خیر مین تو اس وقت خاموش ہو رہا۔ مگر اُس وقت سے بی بی صاحب ایسی بگڑی ہوئی ہین کہ ہر وقت اپنے میکے جانے کو تیار رہتی ہین۔ اور مین کبھی خوشامد سے اور کبھی جبر و تشدد سے اُنھین روکتا رہتا ہون۔ کہین وہ اپنے مکان چلی جائین اور اپنے بھائیون کو مخالفت پہ آمادہ کر دین تو میری زندگی عذاب ہو جائے۔ اس ڈر کے مارے نہ اُن سے کسی کو ملنے دیتا ہون۔ اور نہ کہین اُنھین جانے دیتا ہون۔ مگر اُن کی بدمزگی سے ہر وقت ایک ہنگامہ بپا رہتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ مین جیتے جی عذاب مین مبتلا ہو گیا ہون۔ اور یہ سب اُن حکیم صاحب کی عنایت ہے۔"

ملا:۔ "اس مین حکیم صاحب کا کیا قصور؟ مین تو سمجھتا ہون کہ تم اپنے ہی اعمال کا خمیازہ بھگت رہے ہو۔ اُس کالی عورت ہی پہ کیا موقوف ہے؟ اور سیکڑون ہزارون لڑکیون کو بھی بلا بلا کے تم بے آبرو کیا کرتے ہو۔ اس سے تمھاری خاص محل خوش ہین؟"

نواب:۔ "مگر اُن حکیم صاحب نے میری خاص معشوقاؤن سے جو تعلقات پیدا کیے یہ اُن کے لیے جائز تھا؟"

ملا:۔ "جن لوگون کی حرکتین تمھاری سی ہوتی ہین اُن کا عام قاعدہ ہے کہ اپنی بدکاری اور اخلاقی و جسمانی کمزوری کے باعث ہر ایک سے بدگمان ہو جاتے ہین۔ اپنے سائے تک سے ڈرتے ہین۔ دل مین یہ چور رہتا ہے کہ جن پہ ی جمال

گنبد نون کو مین نے قید کر رکھا ہے اُن کی خواہشات مجھ سے کسی طرح نہین پوری ہو سکتین۔ اس لیے ضرور ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح اپنی محبت کی ہوس کو دوسرون سے پورا کر لیا کرین۔ یہ خیال اُسے ہر اُس شخص سے جو اُس کی صحبت مین رہنے یا اُس کے محل کے پاس آتا جاتا ہو۔ بدگمان کر دیا کرتا ہے۔ ان حکیم صاحب نے ہرگز کوئی ایسی بیہودہ حرکت نہ کی ہو گی۔ یہ صرف تمھاری بدگمانی ہے۔"

نواب:"مگر مجھے تو اُن کی فرار ہونے کا یقین کامل ہے۔"

ملّا:"تم کیا۔ اور تمھارا یقین کیا؟ اچھا دیکھو مین ایسی تدبیر کرتا ہون کہ کسی امر مین شک ہی نہ باقی رہے۔"

ساتوان باب

خضرائیل

اب نواب دل ہی دل مین خائف اور بدحواس تھے تمام سیہ کاریان اور ساری ظالمانہ بدمعاشیان نظر کے سامنے آ کے فاش ہو جانیکا خوف دلا رہی تھین کہ اتنے مین ملا صاحب نے قرآن مجید کی چند آیتین پڑھین پھر کچھ غیر مفہوم الفاظ زبان سے نکالے۔ اور ہاتھون کو پھیلا کے چارون طرف گھمایا۔ ساتھ ہی چارون طرف کے درخت ہلنے اور اُن کے پتے زور زور سے کھڑکھڑانے لگے۔ ایک آنافانا مین یہ معلوم ہوا کہ سخت زلزلہ آ گیا ہے۔ اور یکایک ایک نہایت ہی سن رسیدہ لمبی ڈاڑھی اور نورانی چہرے والے بزرگ سر پہ سفید عمامہ باندھے اور اُجلی براق عبا پہنے آ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اور نہایت ہی متانت کے ساتھ ملا صاحب سے پوچھا "آپ نے مجھے کیون یاد کیا ہے؟"

ملّا:"یا حضرت خضرائیل! یہ شخص جو سامنے بیٹھا ہے اس کے واقعات مین بہت سے ایسے راز سربستہ ہین جو بغیر آپ کی مدد کے حل نہین ہو سکتے۔ خدا نے آپ کو غیب کی باتون کا علم دیا ہے۔ لہٰذا اس کی مشکلین آپ ہی سے حل ہو سکین گی؟ آئیے اور میرے برابر بیٹھ جائیے؟"

ان بزرگ کو دیکھ کے نواب دل مین کانپ گئے۔ اس لیے کہ جن مین بزرگ

[illegible] فیصلہ کیا تھا اُن مین سے ایک کی صورت اِن سے بہت ملتی تھی۔
اور نواب کو [illegible] یقین تھا کہ یہ وہی ہین۔ ڈر ڈر کے اور سہم سہم کے اُن کی صورت
[illegible] کہ اُنھون نے قدم آگے بڑھایا۔ اور نواب کے گھبرائے ہوے چہرے کو
دیکھ کے مُسکراتے ہوے ملا مراد کے برابر بیٹھ گئے۔

نواب۔ (نہایت دہشت سے) "حضور اجازت دین تو وہ دونون عورتین بھی
اب یہان چلی آئین۔ الگ کونے مین خاموش بیٹھی رہین گی"

ملا۔ (درشتی کے ساتھ) "عورتین ایسی صحبت مین نہین شریک ہو سکتین!" یہ کہہ کے
اُنھون نے تازہ وارد مقدس بزرگ کی طرف رخ کر کے کہا۔

"یا حضرائیل! یہ شخص نہایت ہی بدکار اور زانی ہے شہوت پرستی کے
جوش مین بڑے بڑے مظالم کر چکا ہے۔ جس کا قدرتی بدلا یہ ملا کہ اس مین جسمانی
کمزوریان پیدا ہوئین۔ اور علاج کے لیے ایک حکیم صاحب دور سے بلائے گئے۔ حکیم صاحب
نے علاج کیا اور پرہیز یہ بتایا کہ یہ کسی عورت کے پاس نہ جائے۔ اور مدت علاج ختم
ہونے کے بعد کسی سیاہ فام دوشیزہ کو بی بی بنا کے اپنے محل مین رکھے۔ ان باتون
سے اُس کے دل مین یہ بدگمانی ہوئی کہ حکیم صاحب نے میری پری جمال گلفام نہ جینون
کو مجھ سے چھڑا کے اپنا دوست بنا لیا ہے اور اُن سے ناجائز تعلقات پیدا کر لیے
ہین۔ میرا خیال یہ ہے کہ ایک مہذب اور حاذق طبیب سے ایسے افعال نہین
سرزد ہو سکتے۔ اور اس کی بدگمانی صرف اپنی ذاتی کمزوری کی وجہ سے ہے مگر
یہ نہین مانتا۔ اب آپ فرمائین کہ اس کی بدگمانی صحیح ہے یا میرا خیال؟"

حضرائیل (نواب سے) "تمھین اپنے اس گمان کا کوئی ثبوت بھی ملا تھا"

نواب "کیا یہ ثبوت کافی نہین ہے کہ اس نے مجھے اپنی بی بیون اور حرم سرا مین
جانے سے روک دیا؟"

حضرائیل۔ (ملا صاحب سے) "آپ نے اس کی دلیل سُن ہی لی اسی سے بخوبی
اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ کیسا احمق ہے۔ اصل یہ ہے کہ اس کی زندگی ہی شبہات
واوہام کا مجموعہ ہے"

ملا "آپ مہربانی کر کے اپنی روحانی قوت اور غیب دانی کے کمال سے مدد دے کے

اس کی صورت دیکھتے ہی کوسنا شروع
مرجائے گی مگر بے حُرمتی نہ گوارا کرے گی۔
جہان مختلف طریقون سے اُس پہ اثر ڈالا
ہر مرتبہ اس بے حیا نواب کو گالیان دے
سے باہر ہو کے بلکہ جان پر کھیل کے اُس
کیا کہ بکڑ کے قتل کر ڈالنے۔ مگر ایک عاقبت
اُسے اسکول بھجوا دیا۔ جس کے بعد کبھی
ہوئی۔ اب یہ حالت تھی کہ ادھر اس لڑ
تھا۔ رات دن شوہر کی یاد مین سر دھنتی
اندھیر تھی معشوقہ کے فراق اور اپنی بے
کوفت رہتی یہان تک کہ اس غریب نے سلو
مرنے کی خبر سنتے ہی لڑکی کا حال بھی ابتر
شخص کے ساتھ اس کا نکاح کرا دیا۔ خیر
بسر کر رہی ہے۔ مگر ان مرحوم اور عا
آنسو بہاتی اور شب و روز اس ظالم
مظالم چھپ نہین سکتے؟ مگر یہ اپنی
واقف نہین لیکن اس خاموش مظلوم
کا خون اس کی حسرتون کو قیامت تک
ع "تو بھی ٹھنڈا نہ رہے دل کے جلا
نہ بیٹھنے دے گا۔ اور سچ یہ ہے کہ
ملا: افسوس ایسا ایسا تنگ خلق
خضرائیل: بڑا بیباک ظالم جیسے ۔۔۔
کے جذبات مین نہ دین کا خیال
ملا: یہ کہتا ہے کہ جنون کی ایک عدالت
اس پہ بڑا ظلم کیا!" یہ سنتے ہی

تاکہ مین اندازہ کر سکون کہ
تی!"
خضرائیل تھوڑی دیر تک عالم
جس طرح کوئی شدید اُمر سے
ب نے کیسے اپنے پاس
ظالم شخص دنیا مین نہین
ہین کبھی کسی کے ہاتھ سے
نے بہادر دوست۔ اپنے
کردہ اُسے شرارتون سے
۔ اگرچہ اُس جُرم کی سزا
جب القتل مجرم تھا
کے راز کا مخفی رہ جانا
اور ظالمانہ سنگدلی کے
لوگون کو اس کا حال
ون کے لیے یہ شیر بھیڑیا
کو ذلیل کرین۔ اس کے
ن مارتا!"
ے تیور دن سی اور ایک نگاہ
ن"، تو نکلی مگر ندامت
نے محترم شیخ خضرائیل
اور حالات معلوم ہون

سا سناؤن! اسکی زندگی کا
سنیے۔ چند روز ہوے
نے مین بظاہر تو تعلیم

نسوان کی طرفداری مقصود تھی مگر اصلی مقصد یہ تھا کہ شریفوں کی خوبصورت لڑکیاں تعلیم کے بہانے اسکول میں بلائی جائیں۔ جہاں یہ کسی نہ کسی عنوان سے اُن کو دیکھے اور جن جن کو پسند کرے اپنی ہوس رانی کے لیے منتخب کرے۔ پھر اُس کے شوق اور مذاق کے موافق وہ تیار کی جائیں۔ انھیں صاد کی ہوئی لڑکیوں میں سے ایک کی نظر اس کے ایک نوجوان مصاحب سے لڑ گئی۔ اور دونوں ایک دوسرے پر فریفتہ ہو گئے۔ اس معصوم دبے زبان لڑکی کو مطلقاً خبر نہ تھی کہ میں اس ظالم کی منظور نظر ہو چکی ہوں اور نہ وہ نوجوان اس سے آگاہ تھا۔ نوجوان نے پیام دے کے لڑکی کے باپ کو راضی کیا۔ اور نہایت خاموشی کے ساتھ نکاح ہو گیا جب وہ لڑکی اپنے عاشق شوہر کے آغوش شوق میں پہونچ لی تو اس بیچیا ظالم کو خبر ہوئی۔ اور یہ طیش میں آ کے انتقام لینے کے درپے ہو گیا۔ فوراً لڑکی کے باپ کو بلوایا گیا۔ اُس کو طرح طرح کے لالچ دلائے گئے۔ اور بہت کچھ دے دلا کے وہ اس بات پر آمادہ بلکہ مجبور کیا گیا کہ داماد پر لڑکی کے بھگا لے جانے کا دعوی کرے۔ اس مضمون کی درخواست اُس سے زبردستی لی گئی بغیر اس کے کہ عدالت کی طرف باضابطہ رجوع کیا جاوے محل کے اندر ہی اندر خاموشی کے ساتھ مقدمہ بنایا گیا۔ اور وہیں سے وارنٹ جاری کرکے دونوں مظلوم دولھا دولھن پکڑ لائے گئے معصوم لڑکی نے اس کا سامنا ہوتے ہی کمال بیباکی سے اسے گالیاں دینا شروع کیں اور بغیر اس کے کہ کسی کو جواب دہی کا موقع دیا جاے دونوں حوالات میں بند کر دیے گئے اور اُس شریف نوجوان پر طرح طرح کے جور و تشدد ہونے لگے۔

نوجوان چونکہ معزز شائستہ اور شریف تھا اس لیے بڑے بڑے بیرسٹروں نے اُس کی ریاست میں حاضر ہو کے اُس کے بری کرانے کی کوششیں کیں اور ثابت کر دیا کہ ساری کارروائی غلط اور ظالمانہ ہے مگر کون سنتا ہے آخر غریب کو سخت سزا دے ہی دی گئی۔ اور مدت تک اسیر ستم رہنے کے بعد اُسے ایک محترم و مقدس مولوی صاحب کی سفارش اور بار بار یاد دلانے سے نجات ملی اِس نوجوان کے اسیر ہوتے ہی وہ لڑکی اُس کے محل میں لائی گئی۔ مگر اس نے

اس کی صورت دیکھتے ہی کوسنا شروع کیا۔ اور اپنے طرز عمل سے ظاہر کر دیا کہ
مر جائے گی مگر بے حرمتی نہ گوارا کرے گی مجبوراً پھر اسکول مین داخل کر دی گئی
جہان مختلف طریقون سے اُس پہ اثر ڈالا جاتا۔ بار بار محل مین بلوائی جاتی۔ اور
ہر مرتبہ اس بے حیا نواب کو گالیان دے کے واپس جاتی۔ آخر ایک بار اُس نے آپے
سے باہر ہو کے بلکہ جان پر کھیل کے اُس کے مُنھ پہ تھوک دیا۔ جس پر اس نے ارادہ
کیا کہ پکڑ کے قتل کر ڈالے۔ مگر ایک عاقبت اندیش خیر خواہ نے روکا۔ اور پھر
اُسے اسکول بھجوا دیا۔ جس کے بعد کبھی اسے اُس کے بلانے کی جراٴت نہین
ہوئی۔ اب یہ حالت تھی کہ ادھر اس لڑکی کے حق مین اسکول قیدخانہ بنا ہوا
تھا۔ رات دِن شوہر کی یاد مین سر دھنتی رہتی۔ ادھر اُس نوجوان کی نظر مین دُنیا
اندھیر تھی معشوقہ کے فراق اور اپنی بے عزتی کے صدمے سے دل پہ ہر وقت ایک
رقت رہتی یہان تک کہ اس غریب نے مسلول و مدقوق ہو کے جان دی۔ جس کے
مرنے کی خبر سنتے ہی لڑکی کا حال بھی ابتر ہونے لگا۔ تب اس نے ایک مجہول الحال
شخص کے ساتھ اس کا نکاح کرا دیا۔ جہان وہ عصمت و شرافت سے زندگی
بسر کر رہی ہے۔ مگر اس مرحوم اور عاشق شوہر کی یاد مین ہمیشہ خون کے
آنسو بہاتی اور شب و روز اس ظالم کی جان کو رویا کرتی ہے۔ ایسے
مظالم چھپ نہین سکتے؟ مگر یہ اپنی حماقت سے جانتا ہے کہ اُن سے کوئی
واقف نہین۔ لیکن اس خاموش مظلوم کی نامرادی اور اُس عفیفہ کی حسرتون
کا خون اس کی حسرتون کو قیامت تک الم نشرح کرتا رہے گا۔ اور بمصداق
ع "تو بھی ٹھنڈا نہ رہے دل کے جلانے والے" اسے بھی کبھی اطمینان سے
نہ بیٹھنے دے گا۔ اور سچ یہ ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے اُسی کا خمیازہ ہے"
ملا: "افسوس ایسا ایسا تنگ خلائق ظالم ہے؟"
خضرائیل: "بڑا بیباک ظالم جسے اپنے جور و ستم کے جوش اور اپنے بدمعاشی
کے جذبات مین نہ دین کا خیال رہتا ہے نہ دنیا کا"
ملا: "یہ کہتا ہے کہ جنون کی ایک عدالت مین اسے سزا دی گئی اور اشرار اجنہ نے
اس پہ بڑا ظلم کیا" یہ سُنتے ہی خضرائیل نے ایک تبسم آمیز تحقیر کے ساتھ

نواب پر ایک نظر ڈالی۔ پھر کہا "میری صورت دیکھ کے یہ اُن جنون کو جنھون نے اسے سزا دی ہے اشرار نہ کہے گا۔ وہ جن شریر نہین بلکہ بڑے دیندار پرہیزگار اور پاک سیرت جن تھے جنھون نے اس کی سالہا سال کی بدمعاشیون کو عالم آشکارا کرا کے صدہا مظلوم لڑکیون کو اس کے پنجہ ستم سے نجات دلائی اور اس کے ساتھ اس کے بدمعاش رفیقون کو بھی سزا دی ہے"

ملا "آپ کو معلوم ہے کہ اُنھون نے اُسے کیا سزا دی ہے؟"

خضر ائیل "صرف یہ کہ جب تک یہ زندہ رہے اِس پر ہر طرف سے لعنت برستی رہے"

ملا "مگر یہ تو کہتا ہے کہ اس کے قواے شہوانیہ بھی سلب کر دیے گئے؟"

خضر ائیل "خلقت کو اس کے دست ستم سے بچانے کی اس کے سوا اور کون تدبیر تھی؟ یہ اسے جو چاہے سمجھے مگر حقیقت مین یہ سزا نہ تھی بلکہ دوسرون کو اُس کے شر سے بچانے کی ایک ضروری تدبیر تھی"

ملا "اور آپ جانتے ہین یہ میرے پاس کیون آیا ہے؟ اس لیے کہ اس کی وہ گم شدہ قوت پھر اس مین پیدا ہو جائے۔ آپ کے نزدیک کسی تدبیر سے اس کی یہ آرزو پوری ہو سکتی ہے؟"

خضر ائیل "لیکن اُن محترم قاضیون نے اس کی نسبت یہ فیصلہ کرتے وقت یہ الفاظ کہے تھے کہ چاہے دنیا بھر کے اطبا اور ڈاکٹرون کو جمع کرے وہ قوت جو اس سے سلب کر دی گئی ہے پھر اسے نہ نصیب ہو گی۔ یہ سُن کے آپ اندازہ کر سکتے ہین کہ کسی تدبیر سے اسے نفع ہو سکتا ہے یا نہین؟"

ملا "بڑا سخت اور نہایت قطعی حکم ہے! اُن بزرگون کے حکم کو بھلا کون توڑ سکتا ہے؟ لیکن آپ کو خوب یاد ہے کہ اُنھون نے صرف اطبا اور ڈاکٹرون کا نام لیا تھا؟ عالمون، ملاؤن اور ولیون کا نام تو نہین لیا؟"

خضر ائیل "نہین فقط طبیبون اور ڈاکٹرون کا نام۔ مگر کیا آپ سمجھ سکتے ہین کہ اُن بزرگان جن پر کسی ملا یا عامل کا زور چل سکے گا؟"

ملا "بیشک مشکل ہے۔ مگر اس معاملے مین شاید مجھے آپ سے مدد مل سکے"

ملا۔" حرام پور کا نواب! جس کی ظالمانہ بدکاریان ساری دنیا مین مشہور ہو رہی ہین۔ اور جسے ہزار ہا مظلوم کوس رہے ہین! خیر اب اپنے حالات بیان کرو؟"

نواب۔" مین ایسا بُرا نہین ہون جیسا مشہور ہے۔ لیکن اس کو کیا کرون کہ اکثر لوگ میرے دشمن ہین جو مجھے گالیان دیتے اور بدنام کرتے پھرتے ہین"

ملا۔" تو اپنے کارنامے بیان کرو۔ وہی بتا دین گے کہ تمھارا قصور ہے یا تمھارے دشمنون کا؟"

نواب۔" مجھے تو اپنا کوئی ایسا فعل یاد ہی نہین آتا جس مین میرا قصور ہو"

اس جواب پر بر افروختہ ہو کے ملا مراد نے نواب کو کس کس کے کئی گھونسے اور تھپیڑ رسید کیے اور کہا "بدمعاش! اچھا مین ہی تجھے تیرے جرم سُنائے دیتا ہون۔ سُن سارے بدمعاشون اور بدکارون کا قاعدہ ہے کہ اپنے محلہ یا کم از کم اپنے گھر کو چھوڑ دیا کرتے ہین۔ مگر تو نے سب نے پہلے اپنے گھر کو ناپاک کیا۔ محرمات ابدیہ یعنی وہ عورتین جن سے نکاح کرنا ہر مذہب و ملت اور ہر گروہ مین حرام و ناجائز ہے اُن پر بدکار زانی کی بھی نظر نہین پڑتی۔ مگر تو نے ذرا بھی اس کا لحاظ نہین کیا اور سب سے پہلے خالاؤن چچیون پھوپھیون ممانیون اور بہنون بلکہ اپنی ماؤن تک کی آبرو لینا شروع کی"

نواب۔" (بیحیائی و بیباکی کے ساتھ) "ایسے چند واقعات ضرور پیش آئے مگر میرے خاندان مین یہ نئی چیز نہ تھی۔ اور کئی پشتون سے ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ اس لیے مین نے اِن واقعات کو خلاف وضع نہین خیال کیا"

ملا۔" خوب! تو کیا تیری خاندانی فضیلتون مین یہ بھی ہے کہ باپ بیٹی کی آبروریزی جو مجوسیون کے سوا آجتک کسی گروہ مین جائز نہین سُنا گیا! اس کا کیا جواب ہے کہ تو نے اپنی دو جوان بیٹیون کو بے آبرو کیا۔ جن مین سے ایک مارے غیرت کے زہر کھا کے مر گئی؟"

نواب (آنکھین نیچی کر کے) "لوگ مجھے اس کا الزام دیتے ہین اور بیشک ایسا ہی ہوا۔ لیکن در اصل اس مین میرا قصور نہ تھا۔ یہ میرا فعل عمد نہ تھا۔ اُن لڑکیون کو مین نے محل مین بیباکی سے پھرتے دیکھا اور خیال کیا کہ اُن

لڑکیون مین سے ہین جو بلا ناغہ سر سے لیے لائی جاتی ہین۔ بعد کو حال کھلا کہ وہ میری بیٹیان تھین "

ملا " تونے اپنے ہوشیار اور لائق بیٹے کو بھی زہر دے کے مروا ڈالا۔ اور پھر دنیا کو فریب دینے کے لیے اس غم مین سوگوار بنا۔ وہ ابھی بچہ تھا ذرا ذرا ہوشیار ہو چلا تھا۔ ایک دن گھر مین آیا تو ماں کو غمگین پایا۔ اس کا سبب پوچھا تو مظلوم ماں نے اپنی بیکسی اور تیرے مظالم بیان کیے معصوم بچہ ماں کی مصیبت سُن کے آنکھون مین آنسو بھر لایا اور کہا آپ صبر کیجیے مین اپنے زمانے مین ان سب ظلمون کا بدلہ لے لون گا۔ اس کی تجھے خبر پہونچ گئی۔ اور تونے اُس معصوم کو پہلے مار کے ادھ مُوا کر دیا۔ پھر اپنے ڈاکٹر سے تھوڑا تھوڑا زہر دلوا کے اس کا کام تمام کر دیا! اور یہ اتنا بڑا ظلم اُس غریب کے ساتھ اس لیے ہوا کہ وہ تیری حرکتون کو ناپسند کرتا تھا اور ہر ایک کے سامنے تیری شکایت کرتا تھا "

نواب۔ (ایک ٹھنڈی سانس لے کے) "آہ! اس راز کو تو کوئی نہ جانتا تھا آپ کو کیونکر خبر ہو گئی!"

ملا " جن حافظ جی کے ہاتھ سے زہر دلوایا گیا وہ موجود ہین۔ جو حکیم صاحب تیرے اس ظلم پر کانپ کے رخصت لے کے اپنے گھر چلے گئے اور نوکری سے استعفا دے دیا وہ زندہ بیٹھے ہین۔ اور تیرے نزدیک کسی کو خبر نہین!"

نواب۔ (ہاتھ جوڑ کے) "مین نہایت عاجزی کے ساتھ آپ سے اپنے گناہون کی معافی چاہتا ہون "

ملا " معافی حقوق العباد کی بھلا معاف ہو سکتے ہین؟"

نواب " تو کم از کم اتنا کیجیے کہ ان باتون کو کسی اور کے سامنے نہ بیان کیجیے "

ملا " اخفا اور رازداری کی کوشش بعد کو کر لینا۔ پہلے اپنے جرائم کی فہرست تو سُن لے۔ ساری دنیا اپنے باپ دادا۔ نانا اور دوسرے بزرگون کا ادب کرتی ہے۔ اُن کا وقار قائم رکھتی ہے۔ اور اُن کی عزت کو اپنی عزت سمجھتی ہے مگر تونے اُن کی انتہا سے زیادہ تحقیر و تذلیل کی تو اپنے چُھٹ بھون کو راز خیال کرتا ہے۔ مگر تو ہی یاد کر کہ جب تونے اپنے نانا کی لنگی اپنے مصاحبون سے کھلوا ڈالی انھین سارے محل مین ننگا پھرایا۔ اُنھین نخش گالیان

دین۔ اُن کے سر پہ دھولین لگائین۔ اُس وقت کتنے آدمی تیری اس بیحیائی کا تماشہ دیکھ رہے تھے؟ اُن کے اور بیبیون کے سامنے تو بالکل برہنہ ہو کے اور بیرہنہ عورتون کو گود مین لے کے کبھی حوض کے اندر اور کبھی دربار مین بیٹھتا تھا اور شرماتا نہ تھا۔ پھر اس سے بھی بڑھ کر تونے یہ بے حمیتی اور بے غیرتی اختیار کی کہ اپنے اُن محترم ناناجی کو دیوسی کی خدمت پہ مقرر کیا۔ اور اُن سے وہ کام لینا شروع کیا جو آج تک کسی نے اپنے بزرگون سے نہ لیا ہو گا"

نواب:- (اپنی نظر مین نہایت ذلیل و خوار ہو کے) "آپ جو فرماتے ہین بجا ہے۔ مین تو سراسر قصوروار ہون۔ مگر اس مین اُن کی بے حمیتی کو بھی دخل ہے"

ملا:- "جب حاکم بے غیرت و بے حمیت ہوتا ہے تو اُس کے دوست آشنا عزیز قریب سب بیحیا ہو جاتے ہین۔ مگر تو تو اپنی بے غیرتیون اور اپنے ظلم و جور کے جوش مین خدا کو بھی بھول گیا"

نواب:- (بات کاٹ کے) "اور چاہے جو ہو مگر اس قسم کا کوئی قصور مجھ سے کبھی نہین ہوا ہے۔ مین دین کا بہت ہی پابند ہون۔ بزرگان دین کی دل سے عزت کرتا ہون۔ اور جن ملاؤن یا عالمون کو مین نے ذلیل کیا وہ وہی تھے جو تقدس کا جامہ پہن کے اپنے افعال اور اپنی ناجائز ہوسون سے اُسے ناپاک کرتے تھے اور ظاہر مین مقدس مگر باطن مین بدمعاش تھے"

ملا:- "علما کی تعظیم و تکریم تو درکنار تونے تو خود خدا کے ساتھ گستاخیان کین"

نواب:- "نہین خدا کی شان مین مین نے کوئی گستاخی کا کلمہ نہین کہا"

ملا:- "ہان خدا کی شان مین گستاخی کا کوئی کلمہ تو نہین کہا مگر خانۂ خدا کو جہان پایا کھود کے برابر کر دیا۔ کیا تجھے یاد نہین کہ سات مسجدون کو شہید کرا کے اُن کے کھنڈرون پر تیرا یہ سنہرے کلسون والا محل تعمیر ہوا ہے؟ تجھے یاد نہ ہو تو مین اُن مسجدون کی فہرست بھی گنوا دون۔ اُنھین مین وہ عمدہ اور عالیشان مسجد تھی جس مین تیرے دادا پانچون وقت نماز پڑھا کرتے تھے"

نواب:- "ہان ہان۔ مجھے یاد آ گیا۔ مگر کوئی مسلمان بھی نہ کھڑا ہوا کہ مجھے

اُن مسجدون کے کھودنے سے روکتا۔"
ملا۔ "تیرے مظالم کے خوف سے کس کی مجال تھی کہ دم مارتا؟ فریاد وہان کی جاتی ہے جہان حاکم منصف ہو اور جہان سماعت کی امید ہو۔ مگر بے حمیت اور ناخداترس ظالم جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے اور کوئی چون بھی نہین کرتا۔"
نواب۔ (ہاتھ جوڑکے) "مین سراپا جرم ہون۔ میرا بال بال گناہون سے گندھا ہوا ہے۔ اور حضور کو خود ہی تمام حالات معلوم ہین تو پھر اُن کی فہرست گنوانے سے کیا فائدہ؟"
ملا۔ "ابھی تو بہت سے جُرمون کا بیان کرنا باقی ہے۔ جو ان سے بھی زیادہ سنگین اور سخت ہین۔ اسی قدر نہین مجھے بتانا ہے کہ تیرے محل کے اندر کن کن مظلومون کی ہڈیان دبی پڑی ہین۔ اور وہ کہان کہان دفن ہین۔ مین اُن سب ہڈیون کو کھود کھود کے نکالون گا۔ اور اُن کی روحین سالہا سال کی خموشی کے بعد اب دنیا مین اپنی آواز بلند کرین گی۔ اور چلا چلا کے سارے عالم سے کہین گی کہ اُن پر تیرے ہاتھ سے کیسے ستم ہوئے ہین؟"
نواب۔ (کانپ کے) "مین اُن سب ظلمون اور جورون کو خود ہی تسلیم کیے لیتا ہون۔"
ملا۔ "تونے محض شہوت پرستی کے جوش مین اتنے ظلم کیے ہین کہ اپنے جور و ستم کی یادگارون مین ہر وقت گھرا رہتا ہے۔ خود یہان تیرے ظلم کے نمونے تیرے سامنے موجود ہین۔"
نواب۔ "مین آپ کے ہر الزام کو تسلیم کر چکا ہون۔"
ملا۔ "مگر مین بے ثبوت دیے نہ رہون گا۔" یہ کہتے ہی ملا صاحب نے زور سے تالی بجائی۔ اور چلا کے کہا "اس کے ساتھ والی عورتو! کہان ہو! ادھر آؤ۔"

ملا مراد کی آواز سنتے ہی بندی جان اور سعادت کمین گاہ سے نکل کے باہر آئین اور نواب کو زمین پہ پڑے ہوئے گڑگڑاتے اور ملا صاحب کو آپے سے باہر دیکھ کے کانپنے لگین۔ اور یہان آکے دم نہین لینے پائی تھین کہ ملا صاحب نے ڈانٹ کے کہا "جلدی بتاؤ کہ تم کون ہو؟ اور اس نواب نے تمھارے

کیا ہے ؟ مگر دیکھو سچ سچ کہنا۔ مجھے سارا غیب کا حال معلوم ہے
ربھی مجھ سے چھپی نہین ہے۔ صرف تمھاری زبان سے اس کے
رانا چاہتا ہون "

لا صاحب کے قدم چوم کے) "نواب صاحب ہمارے آقا اور مالک
ر د اُن کا حکم نہ ہو ہم کچھ نہین کہہ سکتے۔ اس مین آپ چاہے مار ڈالین
ن سے ایک حرف بھی نہ نکلے گا "

اسے) "اُنھین اجازت دے کہ اپنی سرگزشت بیان کرین "
نون ساتھ والیون سے) "جب لا صاحب کو خود ہی معلوم ہے
نے سے کیا ہوگا ؟ جو کچھ ہو صاف صاف بیان کر دو "

ٹھ کے اور لا صاحب کے آگے ہاتھ جوڑ کے) "حضور ہم دو بہنین
ین دونون سے محل کے مہتمم و منتظم مین۔ میری بہن جس کا نام
محل کی داروغہ تھی اور میرے بھائی نواب صاحب کی سرکار
ی تنخواہون پہ نوکر تھے۔ اکیلی مین محل کی آمد و رفت سے بچی ہوئی تھی
رکے پاس رہتی تھی۔ تھوڑے دن ہوے نواب صاحب کے ایک فرزند
گیا اور مشہور ہوا کہ اُسے خود نواب صاحب کے حکم سے ایک ڈاکٹر
ردے کے مار ڈالا۔ ڈاکٹر صاحب نے زہر تجویز کیا۔ اور کہتے ہین کہ ایک
پنے ہاتھ سے وہ زہر کھلایا۔ نتیجہ اور گھوڑیون مین دے کے اُس
کا کام تمام کیا۔ اس واقعے کو جس نے سُنا اُس کے دل کو قلق
سے زیادہ غم میری بہن اچھی کو ہوا۔ اس لیے کہ اُنھین اُس
سے بڑی محبت تھی۔ اس محبت کے جوش مین اُنھون نے نواب
لڑ اور اُن حافظ جی کو بعض لوگون کے روبرو بُرا بھلا کہا۔
سُن پایا تو نواب صاحب کے سامنے جا کے رونا روئے۔ نواب
یلش مین آ کے اچھی کو اور ہم سب بھائیون کو قید کر لیا۔ اچھی
وہ بہت ہی بُرا سلوک کیا۔ جابجا ہر طرح سے آبرو کی گئی۔ عیسیون اور مولوی
حب کے سامنے اُس کو بے عزت کیا۔ اور آج تک ہم لوگ

ہے کہ ہر مہینہ کے آخر مین ایک بار دربار مین لا کے بے عزت کی جاتی ہے اُس کے
پہ جوتے مارے جاتے ہین اور پھر قید خانے مین بھیجدی جاتی ہے اُن
ن کی گرفتاری کے وقت مین بھی اپنے گھر سے پکڑ بلائی گئی اور ظاہر مین تو
ے محلدار کی خدمت دی گئی۔ لیکن اصل مین محل کے اندر گرفتار ہون
لہ باہر نکل کے کسی کے سامنے اپنے بہن بھائیون کی مظلومی کا دکھڑا
بیان کر سکون ایک برس کے قریب ہونے کو آیا کہ نہ اپنے شوہر سے
سکی ہون اور نہ اپنے سے"

ہراد۔ (نہایت ہی غیظ وغضب کے ساتھ) "کیون! یہ سچ کہہ رہی ہے؟"

اب: "میرے خلاف جو کچھ کہا جائے سب سچ ہے"

ل: "ظالم بے وقوف بھی ہوا کرتا ہے۔ مجھے اس کا اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو بندی اپنی
ن اچھی اور اپنے بھائیون کے بے وجہ قید اور بے عزت کیے جانے کا شکوہ کسی
سامنے نہ کرے۔ مگر اس کا خیال نہ رہا کہ بندی کا شوہر کیا کہتا ہوگا؟ اور
ن کس کے سامنے جا کے اپنی مصیبت بیان کرے گا؟" (سعادت کیطرف
دیکھ کے) "اب تو اپنا حال بیان کر کہ کون ہے اور کیونکر اس شخص کے پاس پہونچی"

سعادت: (ٹھنڈی سانس بھر کے) "حضور نواب صاحب کے معزز
ہون مین ایک مولوی سعد اللہ صاحب تھے جنھون نے نواب صاحب کی رفاقت مین
قسم کی بدنامی اُٹھائی مین بدنصیب اُنھین کی بیٹی ہون میرا اصلی نام زبیدہ تھا مگر
اب نے سعادت نام رکھ دیا۔ حلال نگر مین تھوڑے دنون سے نواب صاحب
شوق پورا کرنے کے لیے جو دلھنین غائب کی جاتی تھین اُس کا سارا
انتظام میرے والد ہی کے سپرد تھا۔ اور اُنھین کی ہوشیاری اور چالاکی
سے وہ کام انجام پا رہا تھا۔ اتفاقاً حلال نگر کے ایک بڑے معزز رئیس
ادے محمد منیر کی دلھن مہ لقا بیگم غائب کر دی گئی۔ محمد منیر اگرچہ مولوی سعد اللہ
کے شاگرد تھے مگر نواب کی خدمت بجا لانے کے جوش مین اُنھون
نے شاگرد کا کچھ پاس ولحاظ نہ کیا۔ اور مہ لقا کو [illegible]
ڑالا کے [illegible]

یقین ہو گیا اس پر کسی جن کا سایہ ہے۔ اُس جن کے دور کرنے کے لیے ملقا
الد کے حوالے کی گئی اور اُن کی حراست مین سے خدا جانے کیونکر نکل
ئی۔ یہ دیکھ کے ابا جان حرام پور سے بھاگ آئے۔ اور نواب کا جب اُن
قابو نہ چلا تو مجھے اور میری والدہ کو زبردستی پکڑوا بلایا۔ اور ہمارا گھر لٹوا لیا
م دونون ماں بیٹیاں محل مین لا کے حد سے زیادہ بے حرمت کیے گئے! اور محل
ی لونڈیاں بنائے گئے۔ اماں جان اس صدمے سے بیمار پڑ گئین اور آخر فالج مین
بتلا ہو کے ایسی معذور ہوئین کہ محل سے نکال دی گئین۔ اور اب شہر کے
ایک چھوٹے سے ذلیل مکان مین تنہا پڑی کراہا کرتی ہین!"

سعادت کی سرگزشت نے ملا مراد کو نہایت ہی غمگین بنا دیا۔ کچھ دیر
ک ایک سخت غمزدہ کی طرح خاموش رہے۔ پھر سر اُٹھا کے نواب پہ ایک
گاہ قہر ڈالی اور پوچھا "یہ بھی سچ ہے؟"

نواب: "بالکل سچ۔"

ملا: "آہ! اس قدر سزا مین دینے کے بعد بھی نوع انسان کو ابھی تجھ سے بہت
نتقام لینا باقی ہے۔" یہ کہتے ہی ملا صاحب بیٹھ گئے۔ چند منٹ تک چپکے چپکے آپ
ی آپ کچھ باتین کرتے رہے۔ پھر اُٹھ کے ایک طرف گئے اور درختون کے جھنڈ مین غائب
ہو گئے۔

نوان باب

جان ستان ہمدرد

ملا مراد کے جانے کے بعد دونون عورتین اور نواب عجیب یاس و بیم کی
حالت مین تھے۔ آنکھون ہی آنکھون مین ایک دوسرے سے باتین کر رہے تھے۔ مگر
زبان سے کچھ نہ نکلتا تھا۔ نواب کی حسرت نصیب نگاہ کہتی تھی "تم سے امید نہ
تھی کہ یون دغا کرو گی!" بندی و سعادت کی نادم آنکھین کہتی تھین "ہم مجبور تھے
نہ کہتے تو کیا کرتے؟ اور اس پر بھی ہم نے آپ کی اجازت سے اپنی سرگزشت بیان کی"

زبان حال سے یہ باتین ہو رہی تھین کہ ملا صاحب اسی وضع سے آ گئے
شمشیر آبدار اُن کے ہاتھ مین تھی جو اندھیرے مین چمکی۔ اور نواب کو معلوم ہوا

کہ اُن پر پڑا ہی چاہتی ہے۔ نواب کو اگرچہ اُٹھنے کی اجازت نہ تھی مگر اپنا کام تمام ہوتے دیکھ کے بے اختیار اُٹھ کے ملا صاحب کے قدموں سے لپٹ گئے اور نہایت عاجزی کے ساتھ کہا "مجھے نہ ماریے! اگلے گناہوں سے توبہ کرتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ پھر کبھی ایسا قصور نہ کروں گا!"

یہ الفاظ سُن کے ملا صاحب نے تلوار روک لی۔ اور کہا "تیرے گناہ اور معاف ہوں؟ جس کے ہر ہر فعل نے صدہا بندگان خدا کو آزار پہونچایا ہو اُس کے گناہوں کو خدا بھی نہ معاف کرے گا۔"

اس وقت نواب صاحب کی وہی حالت تھی جو کسی سخت ترین سیہ کار کی حالت مرتے وقت ہوتی ہے۔ زندگی کے سارے ناپاک کارنامے پیش نظر تھے۔ اُن کے دست ستم کے ستائے ہوئے تمام مظلوم طرح طرح کے حربے ہاتھوں میں لیے کھڑے تھے۔ اور کہہ رہے تھے کہ "جس عالم میں تو نے ہمیں بھیجا ہے۔ اس میں تو بھی آ تو تجھ سے بدلہ لیں۔ آ جلدی آ! اب دیر نہیں! صرف ایک سانس کا قصہ ہے! تو نے آخری سانس لی اور ہمارے آتشیں گرزاور دوزخی حربے تجھ پہ ٹوٹنے لگے!" ہزارہا انتقام لینے والوں کے اس مہیب انبوہ کو دیکھ کے نواب نے آنکھیں بند کر لیں اور ملا صاحب کے قدم چوم کے جن سے لپٹے ہوئے پڑے تھے پھر دانت نکال کے کہا "للہ مجھے اپنی کاری تلوار سے بچائیے ورنہ میں ہزاروں انتقام لینے والوں کے نرغے میں پڑ جاؤں گا۔ جو مجھے دوسرے عالم میں بلا رہے ہیں اور نہایت بے صبری سے انتظار کر رہے ہیں کہ میں اُن کے عالم میں قدم رکھوں اور مجھ پہ حملہ کر دیں۔"

ملا: "میں اُنھیں انتقام لینے والوں میں سے ایک میں بھی ہوں جو تجھ سے بدلہ لینے کے لیے عالم آخرت سے نکل کے دنیا میں چلا آیا ہوں۔ تاکہ یہیں سے تجھ پہ عذاب شروع کر دوں۔"

یہ الفاظ سنتے ہی بدنصیب نواب نے ملا صاحب پر ایک خوف زدہ نظر ڈالی اور بہت ہی ڈر کے پوچھا "تو آپ بھی مجھ سے انتقام لیں گے؟ آپ کا میں نے کیا بگاڑا ہے؟"

ملاّ: مجھے تو نے ایسا آزار پہونچایا ہے کہ جوش انتقام کی بیقراری مین مجھ کسی
حال پر قرار نہین آ سکتا۔ نہ اِس دنیوی عالم مین چین آتا ہے اور نہ اُس عالم آخرت
مین۔ فقط تجھ سے بدلہ لینے کے لیے کبھی وہان سے یہان آتا ہون اور کبھی یہان
سے وہان چلا جاتا ہون"

نواب: "مگر مین آپ کو پہچانتا ہی نہین۔ کیونکر مانون کہ میرے ہاتھ
سے آپ کو کبھی آزار پہونچا ہے؟"

ملا: "خوب آنکھین کھول کے دیکھ! غور کر! یاد کر! اور اس پر بھی نہ پہچانے
تو مجھ سے پوچھ!"

نواب نے بہت آنکھین پھاڑ کے دیکھا مگر کچھ نہ سمجھ سکے۔ اور کہا
"نہین! مین نے کبھی آپ کو نہین ستایا۔ مین کبھی آپ سے ملا ہی نہین ہون!"

اب نواب اور عورتین دونون ملامراد کو غور کر کے دیکھ رہی تھے
کہ ملا صاحب نے نہایت ہی جوش کے ساتھ کہا "ادھر دیکھ! اور پہچان! مین تیری
بدمعاشیون کا آلہ تیری بدکاریون کا ذریعہ۔ اور تیرے ہاتھ کا سخت ترین
مظلوم مولوی سعد اللہ ہون!"

یہ الفاظ نہ تھے آسمان سے گرنے والی بجلی تھی جس نے اپنی کڑک اور
چمک سے نواب اور بندی دونون کو سخت بدحواس کر دیا۔ بے اختیار دونون کی
زبان سے نکلا "مولوی سعد اللہ!" اور خوف سے بیہوش ہو گئے۔ صرف سعادت
کے ہوش ٹھکانے تھے جو نواب کے قریب بیٹھ کے اپنے آنچل سے ہوا
دینے لگی۔ یہانتک کہ نواب کی اور بندی کی چند منٹ کے بعد آنکھ کھلی اور
دونون ہوش مین آتے ہی مولوی سعد اللہ کے سامنے ہاتھ جوڑ کے کھڑے
ہو گئے جو شمشیر برہنہ کھینچے ہوئے خاموش کھڑے تھے۔ چند منٹ کے بعد
نواب نے ڈرتے ڈرتے پوچھا "آپ دنیا مین موجود ہین!"

مولوی سعد اللہ: "ہان دنیا مین آیا ہون کہ تجھے تیری بدکاریون اور
ستم شعاریون کا مزہ چکھا دون"

نواب: "آپ کے معاملے مین مجھ سے غلط فہمی ہوئی۔ لوگون نے کہا کہ آپ

مہ لقا کو نکال لے گئے۔"

سعد اللہ: "میں نے مانا کہ میں تیرا گنہگار تھا۔ مگر زبیدہ (سعادت) اور اُس کی ماں نے کیا قصور کیا تھا جو تو نے اُن کو خراب اور ذلیل کیا؟"

نواب: "خیر اب تو جو قصور ہوا ہو چکا۔ میں نہایت عاجزی کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ حضور میرا قصور معاف فرمائیں۔"

سعد اللہ: "نہ تیرا قصور معاف کرنے کے قابل ہے اور نہ مجھے بے انتقام لیے صبر آئے گا۔"

نواب۔ (اُسی طرح ہاتھ جوڑے ہوئے) "تو حضور کیا انتقام لیں گے؟ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ مجھے مار ڈالیں۔"

سعد اللہ: "فقط مار ڈالنے سے میرا دل نہ ٹھنڈا ہو گا۔"

اتنے میں سڑک پر دو تین گاڑیوں کی گھڑگھڑاہٹ سنی گئی۔ آدمیوں کی آہٹ پاتے ہی نواب نے کمال بدحواسی سے صدائے فریاد بلند کی۔ اور بے تحاشا غل مچایا کہ "ہائے مجھے بچاؤ! خدا کے لیے خبر لو! ورنہ میں مار ڈالا جاؤں گا۔"

یہ دیکھتے ہی مولوی سعد اللہ نے اُن کے سر پر اپنی تلوار سے تابڑ توڑ دو وار کیے۔ نواب زخمی ہو کے چیختے ہوئے زمین پر گرے۔ مولوی سعد اللہ اُنھیں وہیں تڑپتا چھوڑ کے بھاگے اور درختوں میں غائب ہو گئے۔ اُن کے جاتے ہی کئی اجنبی آدمی غل مچاتے ہوئے آ گئے۔ جن کی صورت دیکھتے ہی دونوں عورتیں اُن کے قدموں پر گر پڑیں اور رو رو کے کہنے لگیں "ہائے نواب صاحب کو مار ڈالا؟" نو واردوں میں سے ایک نے بڑھ کے پوچھا "کون نواب؟"

بندی: "حرام پور کے نواب۔ یہ دیکھیے سامنے پڑے ہوئے ہیں۔"

نووارد: (متحیر و ششدر) "حرام پور کے نواب! اور اُنھیں کس نے مارا؟"

بندی: "مولوی سعد اللہ نے!"

نووارد: "مولوی سعد اللہ! وہ زندہ ہیں؟"

بندی: "جی! ہوں زندہ تو نہیں ہیں، گو کہ بھوت بن کے دنیا میں آ گئے اور ہمارے حضور کو

مار گئے۔"

نووارد: "معلوم ہوتا ہے ڈر کی وجہ سے تمھارے حواس جاتے رہے ہین۔ خیر دیکھوں نواب کا کیا حال ہے۔"

یہ کہہ کے نووارد نے جس کے ساتھ اور دس پندرہ آدمی تھے نواب کی لاش کے پاس جھک کے دیکھا تو نظر آیا کہ نواب زندہ ہین۔ سر کے زخمون سے خون جاری ہے جس مین بال اور کپڑے لتھڑ گئے ہین مگر سانس کی رفتار سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی زخم کاری نہین ہے۔ فقط ہیبت کھا کے بیہوش ہو گئے ہین دونون عورتون سے کہا۔ "ذرا بیٹھ کے پنکھا جھلو۔" اور اپنے آدمی سے پانی منگوا کے نواب کے منھ پر چھڑکنا شروع کیا۔ یہان تک کہ کچھ کچھ ہوش کے آثار نمایان ہوے۔ اور بندی نے پکار کے کہا۔ "حضور آنکھین کھولین وہ بلا دور ہوئی۔ اور خداوند کریم نے آپ کی مدد کے لیے بہت سے آدمی بھیج دیے۔" نواب نے آنکھین تو نہین کھولین۔ مگر ناتوانی کی مایوسانہ آواز مین کہا۔ "آہ! دنیا مین میرا کوئی ہمدرد نہین۔ جو ہے دشمن ہی ہے۔"

بندی: "ایسا نہ کہیے۔ دیکھیے کیسے دردمند لوگ آپ کی خدمت کر رہے ہین۔"

یہ سُن کے نواب نے آہستہ سے آنکھ کھولی۔ اور ساتھ ہی چہرے پر مُردنی چھا گئی۔ بے اختیار ارادہ کیا کہ اُٹھ کے بھاگین۔ اور سہمی ہوئی آواز مین کہا۔ "مجھے اس جان ستان ہمدرد سے بچاؤ! اس کی ہمدردی سے بڑا کوئی عذاب نہین ہو سکتا!" اس کے ساتھ ہی نواب نے ایک چیخ کے ساتھ "منیر" کا نام لیا اور پھر بیہوش ہو گئے۔"

دلگداز کی مکمل جلدین

جلد سنہ ۱۹۰۰ع	عہ/	جلد سنہ ۱۹۱۶ع	عہ/
جلد سنہ ۱۹۰۵ع	عہ/	جلد سنہ ۱۹۱۷ع	عہ/
جلد سنہ ۱۹۰۶ع	عہ/	جلد سنہ ۱۹۱۸ع	عہ/
جلد سنہ ۱۹۰۸ع	عہ/	جلد سنہ ۱۹۱۹ع	عہ/
جلد سنہ ۱۹۱۲ع	عہ/	جلد سنہ ۱۹۲۰-۲۱ع	عہ/
جلد سنہ ۱۹۱۴ع	عہ/	جلد سنہ ۱۹۲۲ع	عہ/
جلد سنہ ۱۹۱۵ع	عہ/	جلد سنہ ۱۹۲۳ع	عہ/

دلگداز کی نامکمل جلدین

دلگداز سنہ ۱۹۰۱ع	۱۰/	دلگداز سنہ ۱۹۱۰ع ۱۵/ سنہ ۱۹۱۱	عہ/
دلگداز سنہ ۱۹۱۳ع	عہ/	منتخب مضامین سنہ ۱۸۹۶ع	۱۰/

دلگداز!

مولنا شرر کا مشہور ادبی و تاریخی رسالہ جس نے زبان اردو کے علمی خزانے کو اعلی لٹریچر سے بھر دیا خریداروں کو ایک سال خریدار رہنے کے بعد اگر وہ دوسرے برس بھی خریدار رہین تو ایک نیا ناول مفت نذر کیا جاتا ہے اور وہی سال مابعد کے چندے اور محصول ڈاک پر وی پی روانہ کردیا جاتا ہی قیمت سالانہ مع محصول ڈاک عہ/ دلگداز کا وی پی عہ/ کا اور ناول کا وی پی اسکا محصول بڑھا کے عہ/ کا بھیجا جاتا ہے نمونے کی قیمت ۳/

مینجر دلگداز لکھنؤ

مشہور مصنفین کی کتابین

علامہ شبلی نعمانی

الفاروق	ے
الغزالی	عہ/
سیرۃ النعمان	عہ/
سوانحعمری مولنا روم	عہ/
بیان خسرو	/۸
موازنہ انیس و دبیر	ے/
مثنوی صبح امید	/۴
اورنگ زیب	/۸
حیات حافظ	/۶
حیات سعدی	/۶
مجموعۂ نظم	/۳

خواجہ عشرت لکھنوی

شاعری کی پہلی کتاب	/۸
ایضاً دوسری کتاب	/۸
ایضاً تیسری کتاب	/۸
زبان دانی	/۶
اصول اردو	/۶
قواعد میر	/۶
جان اردو	/۶
اصلاح زبان اردو	/۶

مولوی ظفر عمر صاحب

نیلی چھتری	عہ/
بہرام کی گرفتاری	عہ/
چوردن کا کلب	۱۲/
مستقبل اسلام	عہ/

حکیم محمد علی خان

دام سیاپری	صہ/
عبرت کامل	ے/
حسن و سرور	ے/
گوہرا	۳/
نیل کا سانپ	عہ/
جعفر و عباسہ	عہ/
اہرام مصری	/۲
تقدیر	/۲
دیول دیوی	عہ/

مخدرات تیموریہ	/۶
ازدواج النبی	/۸
سیرۃ العباس	عہ/
نشتر	/۸
معشوقۂ عرب	۱۰/

مولنا شرر کے خیالی ناول

آغا صادق کی شادی ایک دلچسپ قصہ ۱۰/

محسن کا ڈاکو اول۔ حرام پور کے نواب کا اعمال نامہ ہر دو حصہ۔ عہ/

دلچسپ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۰/

اسرار دربار حرام پور۔ حرام پور کے نواب کیے رہے سہے حالات ہر دو جلد ۱۰/

عیب دان دوطن۔ حیرت انگیز غیب دانی عہ/

الفانسو۔ ایک سچا عاشقانہ تاریخی ناول ۱۲/

بابک خرمی۔ سلطنت عباسیہ کے زمانے کا ایک تاریخی ناول ہر دو جلد ۔ ۔ ۔ ۔ عہ/

ڈرامے اور نظمین

اسیری بابل۔ گولڈ اسمتھ کے ایک ڈراما کا نظم اردو ترجمہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۴/

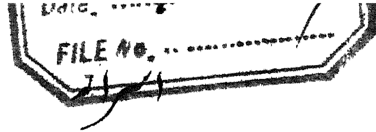
زمانہ اور اسلام۔ ایک پرسوز دگداز نیچرل نظم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳/

شہید وفا۔ غرناطہ اور اسپین مین زوال دولت عرب کی تصویر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۰/

شب غم فراق کی بپتا بیان اور بے قراریان ۔ ۔ ۔ ۔ ۱/

شب وصل فراق کے بعد وصل کا بیان ۱/

المشتہر آپ کا خادم حکیم محمد سراج الحق منیجر دلگداز کرٹہ بزن بیگ خان لکھنؤ



دربار رام پور

نمبر ۲

ایک نیا اخلاقی ناول جو مشہور ناول حسن کا ڈاکو کے سلسلے مین
تصنیف کیا گیا

مصنفہ

مولٰنا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر ایڈیٹر دلگداز

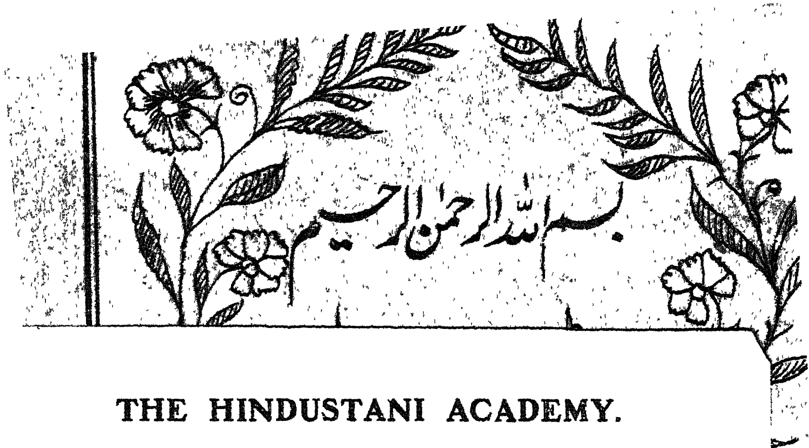
جو باہتمام

حکیم محمد سراج الحق پرنٹر و پبلشر

سنہ ۱۹۲۵ء مین

دلگداز پریس لکھنؤ کٹرہ بزن بیگ خان مین چھپ کے شائع ہوا

 طبع ششم قیمت ۵/۱



کا حصۂ اول ختم ہوا ہے"

نواب کو اپنے سے خائف و دہشت زدہ اور اپنے نام سے
وحشت کھاتے دیکھ کے وہ دونوں عورتوں کو ہٹا کے الگ لے گیا۔
اُن سے کیفیت دریافت کی اور سعادت نے کُل حال اوّل سے
آخر تک کہہ سُنایا۔ تمیز کو جب یہ معلوم ہوا کہ سعادت اصل مین اُس
کے اُستاد مولوی سعد اللہ کی بیٹی زبیدہ ہے اور پھر اس کے
بعد اُس کے ساتھ نواب صاحب کا سلوک معلوم ہوا تو اُس کی عجیب

حالت ہوئی۔ اس عبرت روزگار واقعہ کا خیال کر کے سر سے پاؤں تک کانپ گیا۔ آنکھوں مین آنسو بھر آئے۔ اور دل مین ایک نشتر اتر گیا۔ مگر ساتھ ہی اُسے اس خیال نے گونہ تسلی دی کہ "مولوی صاحب نے میرے ساتھ جو چاہے کیا ہو۔ مگر الحمد للہ کہ میرے ہاتھ سے اُن کو کسی طرح کا آزار نہین پہونچا" پھر ایک آہ سرد بھر کے کہا "مگر خدا کی کارسازی دیکھنی چاہیے کہ جس شخص کے لیے اُنھون نے اپنے علم و فضل اپنے زہد و تقویٰ اپنے دین و ایمان بلکہ اپنی سعادت دارین کو بھی بیچ دیا اُسی کے ہاتھ سے اُنھین بے رحمی و شقاوت اور بدکاری و ضلالت کی سزا ملی" پھر زبیدہ کی طرف توجہ کر کے کہا "تو اب تم کیا چاہتی ہو؟"

زبیدہ "نواب صاحب کے چند رفقا اور اُن کے موٹر یہان سے کوئی میل بھر کے فاصلے پر کھڑے ہین کسی کو بھیج کے اُنھین بلوا دیجیے تاکہ اصل خیر سے اپنے گھر پہونچ جائین"

منیر "ابھی۔ مگر پہلے تم بتاؤ کہ خود تمھارا کیا ارادہ ہے؟ نواب صاحب کے ساتھ جاؤ گی؟ یا اُن سے الگ ہو کے عزت و آبرو کے ساتھ رہنا چاہتی ہو؟"

زبیدہ ۔(زار و قطار رو کے) "آہ! مجھے عزت و آبرو سے کیا واسطہ! جو نواب کے گھر مین رہ چکا ہو وہ بھلا آبرو کا نام لے سکتا ہے؟"

منیر "تم نے شاید مجھے نہ پہچانا ہو گا"

زبیدہ "نواب کی زبان سے منیر کا نام سنتے ہی پہچان گئی پھر آپ ہی خیال فرمائیے کہ جس کے باپ نے آپ کو دغا دی ہو وہ کس منھ سے آپ کے سامنے کسی بات کے لیے التجا کر سکتی ہے؟"

منیر "تمھارے والد نے جو کچھ کیا وہ اُن کا کام تھا۔ مگر مجھ پر اُن کے بڑے بڑے حقوق ہین۔ اُن حقوق کو اُن کے ساتھ ادا نہ کر سکا تو تمھارے ساتھ ادا کر کے یہ اپنے دل کو تسلی دون گا۔ مین تمھین لے چل کے نہایت ہی عزت و آبرو سے رکھون گا۔ تمھاری خدمت کرون گا۔ اور نواب نے تمھارے ساتھ جو کچھ کیا اس کا خیال نہ کرو۔ تم بے بس تھین اور بے کسی اور ایسی حالت مین

جو کچھ ہو جائے اُسے خدا معاف کرے گا۔ تم میرے گھر مین چل کے رہو۔ میری بی بی تم سے مل کے بہت خوش ہون گی۔ اور تمھین بڑی عزت سے رکھین گی"

زبیدہ "آہ! مگر اماں جان حرام پور مین پڑی ہین اور کوئی اُنھین مرتے وقت پانی دینے والا تک نہین ہے۔ اُنھین چھوڑ کے مین کیونکر آپ کے یہان آسکتی ہون؟"

منیر "مین اُنھین بلوا دون گا اور جہان تک بنے گا اُنھین آرام پہونچاؤن گا"

زبیدہ "ابھی تو مجھے نواب ہی کے ساتھ جانے دیجیے ایسا ہے تو کبھی پھر چلی آؤن گی"

منیر "تمھین اختیار ہے مین جبر نہین کر سکتا۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ یہ سچ مچ مولوی صاحب ہی تھے جنھون نے نواب کو زخمی کیا؟"

زبیدہ "جی ہان وہی تھے"

منیر "مین تو جانتا تھا کہ اُن کا انتقال ہو گیا اور اب وہ دنیا مین نہین ہین"

زبیدہ "یہی مین نے بھی سنا تھا مگر اس وقت یکایک وہ ملّا طاہر سے ابا جان بن گئے۔ اور پھر جو مین نے غور سے دیکھا تو صورت شکل اور بات چیت مین ذرا فرق نہین۔ اور نواب سے اُنھون نے کہا بھی یہ کہ مین تم سے بدلہ لینے کے لیے عقبیٰ سے دنیا مین چلا آیا ہون"

منیر "مگر یہ بھلا سمجھ مین آنے کی بات ہے! کسی کو بھی اس کا یقین آسکتا ہے؟"

زبیدہ "اب کسی کو یقین آئے یا نہ آئے مگر ہوا یہی جو مین کہتی ہون"

اِن باتون کے بعد منیر دو نو عورتون کو لیے ہوے درختون مین سے نکل کے سڑک پر آیا۔ چند آدمی وہان بھیج دیے جہان نواب بیہوش پڑے تھے تاکہ اُن کی حفاظت کرین پھر اپنے ایک آدمی کو گاڑی پر بٹھا کے روانہ کیا کہ نواب صاحب کے رفقا اور موٹر دون کو لے آئے۔ اور خاموش کھڑے ہو کے نواب حرام پور کی اس وقت کی بیکسی پر غور کرنے لگا۔ دل مین کہا "واہ! یہی بدکار و بدمعاش رئیس ہے جسے اپنی قوت پر بڑا گھمنڈ تھا۔ اب

اس وقت کیسا بے بس ہے اور اُن لوگون کے ہاتھون مین ہی جنھین ستا چکا ہے
مجھے پورا موقع حاصل ہے کہ اس وقت اس سے اپنا بدلہ لے لون جو چاہون
کر سکتا ہون۔ مگر نہین۔ مین اسکا سا بدمعاش نہین ہون۔ اگرچہ میرے ساتھ اس
نے بُرائی کی مگر مین اس کے ساتھ بھلائی ہی کرون گا۔ اس سے زیادہ موثر جوتیان
نہین لگائی جا سکتین۔ اگرچہ جانتا ہون کہ بدمعاشون کو ایسی مار سے چوٹ
نہین لگتی۔ مگر نہ لگے۔ مین اپنی وضع نہ چھوڑون گا"

منیر اسی سوچ مین کھڑا تھا کہ اُس کے دوست نواب باقر مرزا نے
قریب آکے کہا "حضرت یہ کیا معاملہ ہے؟ اور یہ کون بزرگ ہین جن کو کسی نے
تلوارین مار مار کے بیجان کر دیا؟"

منیر (مسکرا کے) "یہ ایک نواب صاحب ہین؟"

باقر مرزا "آپ کو میرے سر کی قسم! واللہ یہ غضب ہو گیا۔ ان پہ تو خیر جو کچھ
گزرنا تھی گزر گئی لیکن مین پوچھتا ہون اب ہم شہر تک کیونکر پہونچین گے؟
واللہ راستہ مخدوش ہے"

منیر۔ (مذاقاً) "جی ہان اس سڑک پر اکثر ایسے واقعات پیش آیا کرتے ہین"

باقر مرزا "آپ مذاق تو نہین کر رہے ہین؟ مجھے بخدا وحشت ہونے لگی یہ آپ
سے کس نے کہا تھا کہ ایسے خطرناک راستے مین رات کو سفر کیجیے؟"

منیر "آپ خوف نہ کھائین۔ ہمارے ساتھ کئی آدمی ہین کوئی بولے گا
تو ہم بھی مقابلہ کرین گے"

باقر مرزا (مسکرا کے) "تو بندہ پرور آپ مقابلہ کیجیے گا۔ میرے تو آپ
کے سر کی قسم ابھی سے حواس جاتے رہے۔ خیر ہو گا۔ اور یہ تھے کون
نواب صاحب؟"

منیر "نواب حرام پور"

باقر مرزا "آپ کو میرے سر کی قسم! تو واللہ خوب ہوا۔ مین تو بہت ہی
خوش ہوا۔ یہ مردود جس قدر پٹے اسی قدر اچھا ہے"

منیر۔ (استعجاب سے) "آپ کو ان غریب کے ساتھ کیا عداوت ہے؟"

باقر مرزا: "اجی بڑا شقی ہے۔ اسے جس طرح میرے دوست آغا پر ترس نہین آیا! اُسی طرح کسی کو اس پر ترس نہ آنا چاہیے"

منیر: "آخر کچھ ارشاد تو فرمائیے۔ وہ کون سا واقعہ ہے جس سے آپ اس قدر برہم ہین؟"

باقر مرزا: "ایک واقعہ ہو تو عرض کرون؟ بیسیون ہین واللہ بیسیون!"

منیر: "ایک تو بیان فرمائیے"

باقر مرزا: "اول تو اس نے لکھنؤ مین بہت سے گرگے چھوڑ رکھے ہین جو گھر گرست عورتون کو طرح طرح کے فقرے دے کے بھگا لے جاتے ہین اور اُن سے اس کے محل کا دوزخ بھرتا ہے۔ بارہا یہ ہوا کہ اُن بدمعاشون نے کسی غریب کی لڑکی کو حسین و خوبرو دیکھ کے کوئی خوش رو نوجوان پیش کیا! اس کی طرف سے شادی کا پیام دیا۔ بڑے بڑے سبز باغ دکھائے اور چپکے سے اُس نوجوان کے ساتھ نکاح پڑھا کے لڑکی رخصت کرا لی۔ رخصت ہوتے ہی لڑکی حرام پور پہونچ گئی۔ اور اُس کے ماں باپ سر پیٹ کے رہ گئے"

منیر: "شاید اب ایسا کرنے لگے ہون۔ ورنہ ظاہر مین تو نہایت ہی مہذب و شائستہ آدمی معلوم ہوتے ہین"

باقر مرزا: "جی بڑے مہذب! اسی تہذیب کا اور حال سُنیے۔ ابھی حال مین دلربا بیگم نام حرام پور کی ایک امیرزادی لکھنؤ مین تشریف لائی ہین اور چاہتی ہین کہ کسی شریف سے نکاح پڑھا لین چنانچہ خود میرے پاس بھی اُن کا پیام آیا تھا۔ مین نے اپنی ماما بھیجی اور اُن سے کہلا بھیجا کہ آپ حرام پور سے نکاح کے لیے یہان کیون آئی ہین؟ سنتے ہی جھنجھلا کے بولین "اے آگ لگاؤ نگوڑے حرام پور کو۔ مین تو وہان زندگی بھر نہ جاؤن گی" ماما نے حرام پور سے نفرت ہونے کا سبب دریافت کیا تو اُنھون نے بیان کیا کہ "مین اسی نواب کی رشتے کی بھانجی ہون اور میری خوبصورتی حرام پور مین مشہور ہے۔ نواب جیسے غیرون کی طرح اپنے عزیزون کی عزت و آبرو کا بھی پاس و لحاظ نہین ہے۔ مجھ پر فریفتہ ہو گیا۔ اور ارادہ کیا کہ مجھ سے ساز باز

گئے۔ مین نے کہلا بھیجا کہ آپ کو ایسا ہی شوق ہے تو مجھ سے نکاح پڑھوا لیجیے مین حرام نہ کرون گی۔ اس جواب پر وہ ظالم دل مین ہنسا اور بولا حرام ہو یا حلال تم سے کیا غرض؟ اس کے بعد میرے مکان مین اندر باہر اپنے زنانے مردانے جاسوس لگا دیے تاکہ معلوم ہوتا رہے کہ کسی اور سے نکاح کا سلام پیام تو نہین ہو رہا ہے۔ مین نے مدت تک یہ حالت دیکھی اور صبر کیے بیٹھی رہی۔ اس کے خوف سے سب جگہ کا آنا جانا چھوڑ دیا۔

مین مدت سے نہائی نہ تھی اور ارادہ کر رہی تھی کہ کسی دن موقع ہو تو حمام مین جا کے غسل کرون۔ ایک دن نواب موا سوار ہو کے سیر کو گیا تھا مین موقع پا کے حمام مین گئی خدا جانے اس موذی کا نڈے کو کیونکر اس کی خبر ہو گئی کہ حمامیون کا بھیس بدل کے حمام مین آ پہونچا۔ اور ارادہ کیا کہ مجھ تک پہونچے۔ مگر غنیمت یہ ہوا کہ حمام کے دروازے ہی پر تھا کہ میری کہاری پہچان گئی اور دوڑ کے مجھے خبر کی مین نے جھٹ پٹ یہ کیا کہ ایک ماما کے کپڑے پہن لیے اور میلے کپڑون کی بقچی بغل مین دبا کے باہر نکل کھڑی ہوئی۔ شام کا جھٹ پٹا وقت تھا۔ وہ سمجھا کوئی ماما جا رہی ہے اور مین حمام سے نکلتے ہی سیدھی اپنے گھر پہونچی۔ میرے نکل آنے کی خبر نواب کو ہوئی تو موا ہاتھ مل کے رہ گیا۔ مگر حمام کی تمام ملازمہ عورتون پر اس قدر بگڑا اور ایسا غصے مین آیا کہ تمام عورتون کو اور میرے ساتھ کی جو ماما ئین وہان رہ گئی تھین اُن کو پکڑوا پکڑوا کے حمام کے جلتے ہوے حوض مین ڈلوا دیا۔ کھولتا ہوا پانی کئی عورتین اُبل اُبل کے مر گئین۔ اور جو بچین اُن کی کھال گر گئی۔ یہ بے گناہ اور غریب عورتین جلتے اور اُبلتے وقت چلا چلا کے آہ و زاری کرتی تھین مگر اُسے ترس نہ آیا۔ بیٹھا ہوا اُن کا تماشا دیکھتا اور خوش ہو ہو کے ہنستا تھا۔ یہ حال سُن کے مین دل مین سہم گئی۔ اور ایسی گھبرائی کہ حرام پور مین زندگی دشوار ہو گئی۔ آخر دل مین ٹھان لی کہ حرام پور مین نہ رہون گی۔ دو ہی چار روز کے اندر اُسے بھلاوے مین ڈال کے مین گھر سے نکل کھڑی ہوئی۔ اور جب اسٹیشن پر

پہونچ لی ہون تب میری جان مین جان آئی ہے۔ وہان سے ٹکٹ لے کے سیدھی لکھنؤ مین آئی۔ اور ارادہ ہے کہ جیتے جی پھر حرام پور کا نام نہ لون گی" یہ قصہ بیان کر کے باقر مرزا نے کہا "اس واقعے سے آپ خیال کر سکتے ہین کہ یہ کیسا ظالم اور سنگدل ہے؟ اور اسی لیے مین کہتا ہون کہ خوب ہوا جو اِسے سزا ملی"

منیر" واقعی اس نے ظلمون کی حد کر دی مگر مجھے اس قصہ کا یقین نہین آتا"

باقر مرزا" بخدا مین سچ عرض کرتا ہون اور میرے کہنے کا یقین نہ ہو تو میرے ساتھ لکھنؤ چلیے دلرُبا بیگم کا مکان دکھا دون۔ اس پر اطمینان نہ ہو تو مین خود اُن کی زبان سے آپ کو یہ واقعہ سنوا دون گا"

اتنی دیر مین موٹر اور مصاحب آ گئے۔ محمد منیر نے فوراً ان لوگون کو نے جا کے بے ہوش نواب کے سر پہ کھڑا کر دیا۔ اور کہا "جس طرح بنے نواب صاحب کو آپ گھر لے جائین۔ اور یہ بھی غنیمت سمجھیے کہ جان بچ گئی۔ ہم لوگ اس وقت نہ پہونچ جاتے تو اُن کے مار ڈالے جانے مین کوئی کسر نہین اٹھ رہی تھی"

ایک مصاحب" آخر یہ ہوا کیا؟ ہم تو منتظر تھے کہ ہمارے حضور آتے ہی ہون گے"

منیر" اب یہ سارا حال اُن دونون عورتون سے دریافت کر لیجیے گا جو ہمراہ ہین ہمین زیادہ ٹھہرنے کی فرصت نہین" یہ کہتے ہی منیر اور اُس کے رفقا نے گاڑیون پر سوار ہو کے حلال نگر کی راہ لی۔ اور مصاحبین اور دونون عورتین نواب کے اُٹھانے کا بندوبست کرنے لگین۔

دوسرا باب

جیسے گئے تھے ویسے ہی آ گئے

صبح صادق کا وقت ہے اور ساکنان ملاء اعلیٰ چاہتے اپنی صورت نہ دکھائین مگر زمین والون سے ملنے کے لیے نیچے اُتر آئے ہین صبح کا تارہ مشرق سے سر نکال کے اہل عالم سے کہہ رہا ہے "بس صحبت شب برخاست! سونیوالے آنکھین کھولین کہ اس سے زیادہ سونا غفلت ہے۔ مخمور ان صحبت شب

اب جا کے سو رہے ہین اس لیے کہ رات کے ہمکنار شاہدون کے پھولون کے زیور کے ساتھ اُن کا جوبن بھی باسی ہو گیا۔ زاہدان شب زندہ دار فریضۂ فجر ادا کر کے محو خواب ہون۔ کیونکہ "الاکثار فی التعبّد بدعۃٌ"۔ اور تارکان تہجد بہت سو چکے اُٹھ کے اب نماز صبح پڑھین۔

ابھی صبح کا بالکل ابتدائی وقت ہونے کی وجہ سے دنیا پر عالم خموشی طاری ہے۔ طیور بھی ابھی خاموش ہین۔ رات کی محفل ہائے عیش و طرب مین ندیمان صحبت کی مخموری سے سناٹا پیدا ہونے لگا۔ اور اُن کے مقابل مساجد و معابد سے جہان سویرے ہی سے سوتا پڑ گیا تھا بیداری کے آثار نمایان ہوے۔ ساتھ ہی مرغ سحر نے بانگ دی۔ اور حرام پور کے جن صبح خیزون نے مرغ کی آواز سُنی تھی موٹرون کے چلنے کی آواز سنی۔ اور متعجب تھے کہ اتنے تڑکے کسے سیر کا شوق ہوا۔ اتنے مین نوابی محل کے پاس مسجد کے مؤذن نے سر نکال کے دیکھا کہ باہر سے دو اعلیٰ درجے کی موٹرین محل کے پھاٹک پر آ کے رُکین۔ چند لوگون نے اُتر کے غل مچایا "جلدی پھاٹک کھولو۔ نواب صاحب تشریف لائے ہین۔" فوراً پھاٹک کھلا۔ اور موٹرین اندر داخل ہو گئین۔ مگر جب تک نمازی نماز فجر سے فارغ ہو کے مسجد سے نکلین۔ جا بجا مشہور تھا کہ "نواب صاحب کو کسی نے سخت زخمی کیا۔ اور حالت خطرناک ہے۔"

نواب کے مظالم نے شہر مین ایسا سخت رعب قائم کر رکھا تھا کہ اس مہیب خبر کو سوا سرگوشیون کے کوئی آواز سے نہ بیان کر سکتا تھا۔ ایک دوسرے کے کان مین چپکے سے کہہ دیتا تھا۔ نتیجہ یہ تھا کہ چپکے ہی چپکے خبر نے صدہا پہلو بدلے۔ کہین مشہور تھا کہ نواب صاحب مر گئے۔ کسی جگہ لوگون کو یقین تھا کہ مرے تو نہین مگر سکرات کا عالم ہے۔ کوئی کہتا نہین ابھی موت کا اندیشہ تو نہین۔ مگر زخم بہت ہی گہرے آئے ہین۔

لیکن زخمون کی حالت و نوعیت اور نواب کی زندگی و موت کے متعلق جو جو باتین شہرت پا رہی تھین اُن مین بھی ایک گونہ تناسب تھا۔ لیکن اس بارے مین کہ نواب صاحب کہان کیونکر اور کس کے ہاتھ سے زخمی ہوے عجیب عجیب

خیال آرائیان ہو رہی تھین۔ ایک کہتا جنون نے اراڈالا۔ دوسرا کہتا جن نہین کوئی بھوت تھا۔ مگر بڑا زبردست بھوت۔ غرض جتنی زبانین تھین اتنی ہی باتین تھین۔

اتنے مین ایک سن رسیدہ بزرگ ذرنگاری لباس پہنے اور اعلی درجے کی لینڈو مین سوار محل کے اندر داخل ہوئے جن کی صورت سے نہایت ہی اضطراب نمایان تھا۔ خاص محل کے قریب ایک عمارت کے پاس گاڑی رکی اور وہ اترتے ہی سیدھے اس مکان کیطرف چلے جس مین نواب صاحب کا قیام تھا۔ عورتون کے رونے پیٹنے اور نالۂ وبکا کا شور سن کے انھون نے ایک چوبدار سے پوچھا "خیریت تو ہے؟"

چوبدار: "ابھی تک تو خیریت ہے۔ مگر زخم گہرے اور کاری ہین"

بزرگ: "آخر یہ ہوا کیا؟"

چوبدار: "اسے حضور اندر تشریف لیجا کے اُن لوگون سے پوچھین جو ہمراہ تھے"

یہ جواب سنتے ہی یہ بزرگ اندر داخل ہوے اور سیدھے اس کمرے مین گئے جہان نواب صاحب بچھونے پر غافل پڑے تھے۔ یہان ڈاکٹرون کی حکومت تھی جیسے ہی یوروپین ڈاکٹر نے ان بزرگ کی صورت دیکھی اشارہ کیا کہ "باہر! اندر آنے کی کسی کو اجازت نہین ہے" اتفاقاً بندی کی نظر اُٹھ گئی جو تیمارداری کی خدمت پر مامور تھی بے اختیار چلا اُٹھی "اے انھین آنے دیجیے۔ ان کی ممانعت ہو سکتی ہے (ڈاکٹر سے) "ہمارے حضور کے نانا جان ہین" حضرت اگرچہ نواب کے بزرگون مین تھے مگر فارن کا شرمناک صیغہ یہان بزرگون ہی کے لیے ہے بندی ان کے مرتبے کو جانتی تھی مگر ڈاکٹر کو کیا پروا ہو سکتی تھی؟ بولا "کوئی ہو ہم نہ آنے دے گا۔ اور تم بھی چلا کے بات نہ کرے۔ پھر غل مچایا تو ہم تم کو بھی یہان سے بدل دے گا"

ڈاکٹر کے یہ الفاظ سن کے فارن سکرٹری صاحب کمرے کے باہر نکل آئے اور بندی کو اشارے سے بلایا۔ اور جیسے ہی وہ قریب آئی کہا "یہ واقعہ کیا ہوا؟ مین نے تو کچھ سنا ہی نہین" بندی نے ساری کیفیت اول سے آخر تک بیان کی اور آخر مین رو رو کے کہنے لگی "کیا کہون وہان تو مجھے اور سعادت کو بھی سرکار

کے خلاف باتین خود اُن کے حکم سے بیان کرنا پڑین"

سکریٹری:- "آخر یہ مولوی سعداللہ کہان سے پیدا ہو گئے؟ جتنے لوگ نواب صاحب کے ساتھ جنون کی عدالت مین گئے تھے اُن مین سے کوئی نہین بچا اور مین نے سنا کہ تمام لوگ جو اُس مقدمے مین اسیر تھے سب قتل کر ڈالے گئے۔ سعداللہ اُن کے ہاتھ سے بچ کے کیونکر نکل آیا؟"

بندی:- "تو اُنھین زندہ کون کہتا ہے! مین تو کہتی ہون کہ وہ بھوت ہو گئے اور یہی خود اُن کا بھی بیان تھا"

سکرٹری:- "ہوا کرے مین تو کروڑ برس تک نہ مانون گا کہ سعداللہ زندہ موجود ہے۔ اس مین نواب صاحب اور تم کو دھوکا ہوا ہے۔ کوئی اور شخص ہو گا جو سعداللہ بن گیا ہے۔ اور جو دھوکا نہین ہوا تو پھر جانو کہ سعداللہ زندہ ہی۔ مگر مین پوچھتا ہون نواب صاحب کو وہان جانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟"

اتنے مین ڈاکٹر نے باہر آ کے کہا "فارن سکرٹری کون ہے؟ نواب صاحب اُسے بلاتے ہے" اتنا سنتے ہی یہ بزرگ پیر مرد لپک کے اندر پہونچے اور نواب صاحب سے چار آنکھین ہوتے ہی آداب بجالائے۔ نواب نے قریب بلا کے بٹھایا اور آہستہ سے نہایت کمزور آواز مین کہا "ملک حیدر خان۔ لوگون مین اس واقعے کی نسبت کیا مشہور ہے؟"

ملک حیدر خان:- "حضور میرے تو سنتے ہی حواس جاتے رہے۔ گرتا پڑتا دوڑا آیا۔ ابھی کسی سے ملنے کی نوبت ہی نہین آئی۔ اب آج دن کو معلوم ہو گا کہ کون کیا کہتا ہے۔ مگر یہ واقعہ کیا ہوا؟"

نواب:- "کیا کہون کہ کیا ہوا؟ سعداللہ بھوت بن کے پیچھے پڑ گیا ہے؟ اُس نے مجھے ڈرایا دھمکایا۔ اور آخر تلوار سے زخمی کر دیا"

ملک حیدر خان:- "مگر حضور تک اُس کی رسائی کیونکر ہوئی؟"

نواب:- "کیا کہون؟ بس میری ہی شامت اعمال تھی دل مین خیال آیا کہ جنون نے ستایا ہے تو اُن کا توڑ کرنے کے لیے کسی عامل سے مدد لوں۔ ایک بڑے عامل کا نام سُنا۔ لوگون نے اُس کے عمل کی بے انتہا تعریف کی

بے سوچے سمجھے دوڑ اگیا۔ اور آخر مین کھلا کہ وہ عامل ہی سعد اللہ تھا"

ملک حیدر خان :" اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سعد اللہ زندہ ہے"

نواب :" زندہ ہرگز نہین۔ وہ خود کہتا تھا کہ صرف مجھے ستانے کے لیے عالم آخرت سے دنیا مین چلا آیا۔ اس کے علاوہ اُسکی صورت وحالت بھی زندون کی سی نہ تھی۔ مجھے تو یقین ہے کہ وہ مرنے کے بعد شیطان بن گیا ہے"

ملک حیدر خان :" مگر حضور تو کبھی بھوت پریت کے قائل نہ تھے"

نواب :" ہان پہلے نہین قائل تھا۔ مگر اب قائل ہون (ایک ٹھنڈی سانس لے کے) لیکن سعد اللہ سے بھی زیادہ تکلیف مجھے آج ایک اور شخص کے ہاتھ سے پہونچی؟"

ملک حیدر خان :" وہ کون شخص تھا؟"

نواب :" حلال نگر کا منیر جس کی دُلھن کو سعد اللہ نکال لایا تھا مجھے سعد اللہ کے ہاتھ سے اُسی نے بچایا۔ وہ نہ آجاتا تو سعد اللہ نے مار ہی ڈالا ہوتا۔ مجھے وہ نہ بچاتا دنیا کا کوئی شخص ہوتا مگر وہ نہ ہوتا"

ملک حیدر خان :" ایسی باتون کا حضور خیال نہ فرمایا کرین۔ اگر اتفاق سے وہان منیر آگیا تو حضور کی سبکی ہونے کی کیا وجہ؟ مگر مین پوچھتا ہون منیر وہان پہونچ کیونکر گیا؟"

نواب :" اپنے گاؤن پسیانوان سے بہت سے آدمیون کے ساتھ واپس آرہا تھا۔ اُس کی آہٹ پاتے ہی سعد اللہ نے گھبرا گھبرا کے مجھ پہ دو تلوارین مارین اور غائب ہو گیا"

ملک حیدر خان :" خیر ہوگا۔ حضور پریشان نہ ہون ہم اب اِن سب سے ایک دن سمجھ لین گے۔ بڑی خیریت یہ ہوئی کہ حضور صحیح و سالم اپنے گھر پہونچ گئے۔ اور جیسے گئے تھے ویسے ہی آگئے۔ زخم تو زیادہ اندیشہ ناک نہین ہین؟"

نواب :" یہ تو ڈاکٹر بتا سکتے ہین۔ مگر سنتا ہون کہ کوئی خوف کی بات نہین جلدی اچھا ہو جاؤن گا"

ملک حیدر خان: "شکر! لاکھ لاکھ شکر! اگر حضور مجھے اس معاملے
مین کچھ نئی معلوم ہوتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ سعد اللہ زندہ موجود ہے بغیر اس
کے یہ امر ممکن نہ تھا۔ اور کیا عجب کہ محمد منیر سے اُس سے سازش ہو! اجازت
ہو تو اس کی خفیہ تحقیقات کرون؟"

نواب: "اگر تمھارا یہ خیال ہے تو ضرور تحقیقات کرو۔ مگر پتہ لگنا دشوار ہے۔"

ملک حیدر خان: "مین تو کسی نہ کسی طرح پتہ لگاؤن گا۔"

نواب: "بہتر اگر تم نے سعد اللہ کا پتہ لگا لیا۔ اور اسے کسی تدبیر سے حرام لو
مین نے آئے تو سمجھون گا کہ تم سے زیادہ کارگزار شخص میری ریاست مین نہین
ہے۔ لیکن ایک اور بات کا بھی پتہ لگانا ہے۔ اور اس مین بھی مین تمھاری کار
گزاری کا امتحان کرون گا۔"

ملک حیدر خان: "حضور ارشاد فرمائین غلام کوئی بات اُٹھا نہ رکھے گا۔"

نواب: "ابھی تم دلربا کو جانتے ہی ہو جو چند روز ہوئے حرم سے بھاگ گئی تھی؟"

ملک حیدر خان: "بخوبی میری تو وہ نواسی ہی ہے مین نہ پہچانون گا
حضور حکم ارشاد فرمائین۔"

نواب: "تو وہ یہان سے یکایک غائب ہو گئی۔ اور کہین پتہ نہ تھا۔ مگر آج مجھے
معلوم ہوتا ہے۔ لکھنؤ مین ہے اور مجھے بدنام کر رہی ہے۔ اگرچہ جانتا ہون
اسکی آواز اعلی حکام تک نہین پہونچ سکتی۔ رہا ہندوستانیون مین بدنام ہونا اس
کی مجھے پروا نہین اور ہزار ایرے دن آدمیون نے بدنام کرکے میرا کیا بنا لیا جو دلربا
بنالے گی؟ لیکن مجھے اس کا ضرور ملال ہے کہ وہ میرے ہاتھ سے نکل گئی
اس پہ غضب یہ کہ لکھنؤ مین اپنی نسبت ڈھونڈھ رہی ہے۔ یہ مجھے کسی طرح
گوارا نہین ہو سکتا کہ خاندان کی لڑکی غیرون مین جائے۔ اس لیے اول تو
پتہ لگاؤ کہ وہ وہان کہان ہے؟ کن فکرون مین ہے؟ کیا کرتا ہے؟ ہیچی
اور کہین سے شادی کا سلام و پیام تو نہین؟ دوسرے کوئی ایسی تد
کرو کہ وہ یہان آجائے پھر مین سمجھ لون گا۔"

ملک حیدر خان: "حضور کے اقبال سے یہ سب حکم پورے ہون

آپ اطمینان رکھین اور جب تک زخم مندمل نہ ہو جائین ان فکرون سے دور رہین"

نواب" بس اب تم جاؤ۔ اور لوگون سے میری خیریت بیان کر دو تاکہ شہر مین میری نسبت خوفناک خبرین نہ اُڑین۔ جو کوئی پوچھے کہ دنیا شکار کو گئے تھے خفیف سی چوٹ آ گئی ہے۔ مصاحبون اور اہل دربار کو بھی خبر کر دو کہ مین کل سب سے ملون گا۔

تیسرا باب

جشن صحت

رات کے دس بج چکے ہین اور حرام پور کا جشن طرب مزے پر آیا ہے۔ یون تو یہان روز ہی جشن منائے جاتے ہین۔ مگر آج کا جشن خاص شان رکھتا ہے تمام معززین ریاست نواب کی خوشی مین شریک ہونیکے لیے بلائے گئے ہین اس لیے کہ آج نواب صاحب نے غسل صحت فرمایا ہے۔ اور سعد اللہ کی تلوار کے نشان تو قیامت تک نہ مٹ سکین گے مگر زخم اچھے ہو گئے۔ اطبا، ڈاکٹر اور تیمار دار خلعت و انعام سے سرفراز کیے گئے اور اہل دربار نے نذرین پیش کین۔

دربار کے ان تمام نمائشی امور سے فراغت ہونیکے بعد عام لوگ اُٹھ گئے صرف وہ بے تکلف رفقا و مصاحبین باقی رہ گئے جن سے حجاب نہین اور صحبت ہمارے نواب صاحب کے مذاق کے مطابق رنگ پر آئی ہے۔ نواب صاحب جنون کی عدالت سے سرفراز ہونے کے بعد کچھ تو خوف کی وجہ سے اور کچھ افکار و تردادت کے باعث اس وقت تک اپنے فحش مشاغل سے رُکے رہے تھے۔ دل مین سوچتے تھے کہ پہلے اپنا بدلہ لے لون پھر اطمینان کے ساتھ اپنے مشاغل جاری اور اپنے شوق پورے کرونگا"

اب آج رنگ صحبت اور احباب کی بے تکلفیون نے ایسا گدگدایا کہ تھوڑی ہی دیر مین اپنے اصلی رنگ پر آ گئے۔ ایک پردہ نشین حسینہ جو نئے فارن سکریٹری ملک حیدر خان کے حسن کارگزاری سے آ پھنسی ہے نواب صاحب کے پہلو مین بیٹھی ہوئی ہے اور اس کے رخسارون کی شمعین اگر نزاکت و تازگی مین پھولون

کو مات کرتی ہین۔ تو اُن کی روشنی اعلیٰ درجے کی سو سو تبیون کے لیمپون کو مات کر رہی ہے۔ مگر اُس کا خوبصورت گورا چہرہ تمتمایا ہوا نظر آتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ نواب صاحب تمام لوگون کے سامنے جوش مین آکے بار بار اُسے گود مین بٹھا لیتے ہین۔ اور بلالحاظ اس کے کہ دیکھنے والے کیا کہتے ہون گے بار بار اسکے لب شیرین کے بوسے لینے لگتے ہین۔ نواب کی یہ بیحیائی کی حرکت اُسے ناگوار گزرتی ہے کبھی شرم و ندامت سے اُسکے نازک چہرے کی رنگت سفید سے زعفرانی ہو جاتی! اور کبھی پیارے دلفریب چہرے سے غصے کی تمتماہٹ نمودار ہونے لگتی ہے سامنے لالن نام ایک رنڈی مجرا کر رہی ہے۔ جب وہ گت بھرتی ہوئی قریب آئی تو نواب صاحب نے بڑھ کے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا کھینچ کے اپنی گود مین بٹھا لیا۔ اور اُس کے ساتھ بھی وہی فحش اخلاق برتنے لگے جو دیر سے اس پردہ نشین بیجین کے ساتھ مخصوص تھا۔

اسی اثنا مین نواب صاحب کو حکیم صاحب کا یہ کہنا یاد آیا کہ حسینون سے بے تکلفیان برتنا شرم و حجاب کا پردہ اُٹھا دینا۔ اور فحش سے فحش منظرون کو دیکھنا آپ کے لیے مہیج اور آپ کے مرض کا مناسب ترین علاج ہے اس خیال نے اور جرات دلائی۔ اور یکایک دونون عورتون یعنی اُس پردہ نشین اور اُس بازاری رنڈی کو دونون ہاتھون سے کھینچ کے دونون طرف لپٹا لیا۔ کبھی ادھر منھ پھیر کے اُس کے منھ پر منھ رکھ دیتے۔ اور کبھی ادھر منھ کر کے اُسکے لب لعلین کو چوم لیتے۔ خیر نواب صاحب تو ان حرکتون سے اپنے لاعلاج مرض کا علاج کر رہے تھے مگر اُس پردہ نشین نازنین کی نازک طبیعت اختیار سے باہر ہوئی جاتی تھی خصوصًا رقابت کا ناقابل برداشت جوش اُسے بالکل آپے سے باہر کیے دیتا تھا۔ بہت دیر تک وہ اپنے جوش کو دل مین دباتی رہی۔ اور خیال کرتی رہی کہ ایک صاحب حکومت فرمان روا کی بد تہذیبیون بیہودگیون اور بے اعتدالیون کو جہان تک بنے برداشت کرنا چاہیے۔ لیکن آخر نہ رہا گیا۔ جبین ناز پر شکن پڑ گئی چہرہ سُرخ ہو گیا۔ آنکھون مین خون اُتر آیا۔ پہلے دو ایک دفعہ آہستہ سے کہا۔ "مین ان باتون کی تاب نہین لا سکتی۔" مگر یہان کون سنتا تھا؟ نواب صاحب

کی فطرت یہ واقع ہوئی ہے کہ جس کام سے روکا جائے اُسکی ضد ہو جائے گی۔ اور جس بات کو منع کیا جائے اُسے ادا کئے کرینگے۔ جوش بدتہذیبی اور بڑھ گیا دونوں ہمکنار ان ہیں دلیسار کو اور زیادہ کھینچ کھینچ کے پٹانے لگے۔

یہ دیکھتے ہی اُس پردہ نشین پری جمال کے غصے کی کوئی انتہا نہ تھی مجنونانہ جوش سے ہاتھ پاؤں مار کے نواب کی گرفت سے چھوٹی۔ اور ساتھ ہی طیش میں آکے نواب کے اس زور سے تھپڑ مارا کہ منھ بھر کے لالن کے منھ پہ اس زور سے جا پڑا کہ لالن کا نازک ہونٹھ دانتوں سے ٹکرا کے لہولہان ہو گیا۔ نواب صاحب لپّو کھا کے پہلے تو ایک سناٹے میں آ گئے۔ عورتوں کے ہاتھ کی جوتیاں تو بارہا کھائی تھیں۔ مگر بھرے دربار میں ایسی بے دقعتی کبھی نہیں ہوئی تھی۔ مگر پھر سنبھلے چہرے سے غیظ و غضب کے آثار نمایاں ہوئے۔ اور مصاحبوں کی طرف دیکھ کے فرمایا "کونڈا!!"

اس اشارے کے ساتھ ہی چاروں طرف سے لوگ اس غیور حسینہ کی آبرو ریزی کے لیے جھپٹے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ فحاشانہ حملوں کا نشانہ بنتے بنتے بیہوش ہو گئی۔ مگر اس پر بھی اُس کی جان نہ بچی! آخر اُس نے نہایت ہی مظلومی کے ساتھ اسی بخت نصری دربار میں جان دی۔ اور دوسرے عام لوگوں کو یہ دکھانے کے لیے کہ نواب صاحب کو اس کے مرنے کا بڑا صدمہ ہوا اس کا جنازہ نہایت دھوم دھام اور بڑے کر و فر سے اُٹھایا گیا۔ اور اُس کی تربت پر بڑی دل سوزی کے ساتھ پھول چڑھائے گئے۔

لیکن خرابی یہ ہوئی کہ اس بے شرمی کے اختلاط سے جو علاج تجویز کیا گیا تھا اس میں کامیابی ہونا درکنار اس واقعے کے باعث اور ضرر پہونچ گیا۔ دل میں کہنے لگے "لاحول ولاقوۃ! میں سمجھتا تھا کہ یہ جشن طرب دلی جوش کو اُبھار کے کمزوریوں کو کچھ دفع کر دے گا۔ لیکن اب جو دیکھتا ہوں تو میری حالت پہلے سے بدتر ہے۔ روز نئی پریشانیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور کوئی بات نہیں بن پڑتی۔ عامل کی جستجو کا جو خوفناک انجام ہوا ظاہر ہے لوگ سمجھتے ہیں کہ سعد اللہ مرا نہیں زندہ ہے۔ اور اس نے جو کچھ بیان کیا وہ مکر اور فریب ہے خدا کرے یہ سچ ہو۔

ور سعد اللہ مجھے مل جائے۔ اس کے ملتے ہی امید ہے کہ ساری شکایتیں جاتی
رہیں گی۔ لیکن یہ تو جب ہو گا ہو گا۔ اس وقت میں اس کی کیا تدبیر کروں کہ
میری ناکارگی طشت از بام ہوئی جاتی ہے۔ اور میں اپنے محل کی عورتوں
کی نظر میں ذلیل و خوار ہونے کے علاوہ ساری دنیا کی نظر میں بے عزت ہوا جاتا ہوں
اس بدنامی سے بچنے کی ایک تدبیر ذہن میں آتی ہے۔ اگرچہ بیہودہ ایک
لغو اور بیہودہ فعل مگر لوگوں کا خیال بٹ جائے گا۔ اور دنیا میں ایک
ایسا دنگل کا کرشمہ ظاہر ہوگا کہ سب کو بجائے میری ناکارگی کے مجھ میں اعلیٰ
درجے کی قوت ہونے کا یقین آ جائے گا۔ ہاں بس یہی تدبیر ٹھیک ہے یہ کہہ کے
دربار برخاست کیا۔ اور چند مخصوصین بارگاہ کے ساتھ بیٹھ کے فحش شاعری
گالی گلوج اور دھول دھپے میں مشغول ہو گئے۔

چوتھا باب

حرام پور کا عشق حقیقی

دوسرے دن قریب مغرب مصاحبین و معززین دربار کا مجمع ہوا نواب
صاحب ایک ترکی قالین پر رونق افروز ہیں اور گرد ہر مذاق اور ہر غش کے لوگ جمع
ہیں نواب صاحب نے ادھر ادھر کی چند باتوں اور دو ایک کو سرفراز اور دو ایک
کو مقہور و مغضوب کرنے کے بعد ڈاکٹر عبد الرحمان صاحب کی طرف توجہ کی جو ابھی
چند روز ہوئے ملازمت میں داخل ہوئے تھے۔ اور نواب کی مسند کے پاس
ہی داہنی طرف تمکنت و وقار سے دو زانو بیٹھے ہوئے تھے یہ ڈاکٹر صاحب
اپنے آپ کو بہت اونچا سمجھتے تھے۔ اور تمام مسائل پر چاہے کسی فن کے ہوں
محققانہ بحث کرنے کو تیار ہو جاتے۔ سامنے لالن کھڑی مجرا کر رہی تھی جس
کے لب و رخسار کو نواب صاحب بار بار مسکرا کے دیکھتے۔ اور دیکھتے دیکھتے کچھ
نادم ہو جاتے اور پھر چہرہ ملول و غمگین ہو جاتا۔ آخر ایک دفعہ ڈاکٹر صاحب
کی طرف دیکھ کے پوچھا "کیوں ڈاکٹر صاحب عشق کیا چیز ہے؟"
ڈاکٹر۔ "ایک قسم کا جنون ہے۔ دماغ میں ہزارہا چھوٹی چھوٹی تجویفیں ہیں

جنھین "سل" کہتے ہین اُن مین سے ہر ایک مین کوئی خاص کیفیت اور خاصیت رکھی گئی ہے۔ اُنھین مین فتور آنے سے دماغی نقصانات پیدا ہوا کرتے ہین۔ اُنھین تجویفون مین سے بعض ایسی ہین کہ جن مین فرق پڑنے سے انسان مین عشق کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے" یہ کہتے ہی ڈاکٹر صاحب زانو بدل کے چار زانو ہو بیٹھے اور پھر پالتھی مار کے بیٹھ گئے۔ موٹے آدمی تھے ایک پہلو دیر تک بیٹھا نہ جاتا تھا۔ خصوصاً دو زانو بیٹھنا تو بہت ہی دشوار تھا۔ ڈاکٹر صاحب کی یہ نشست نواب صاحب کو ناگوار ہوئی۔ یہ ہم تو تھے ہی برافروختہ ہو کے بولے "مجھے تو خود آپ پاگل معلوم ہوتے ہین۔ عشق جنون ہے!"

ڈاکٹر عبدالرحمن اگرچہ تقریباً ایک مہینے سے حرام پور مین آئے تھے۔ اور بلاناغہ شریک دربار ہوتے رہے تھے۔ لیکن اس وقت تک نواب صاحب کی زبان سے ایسا ایک کلمہ بھی نہین سُنا تھا۔ آج جو نواب نے اپنی اصالت پر آ کے اُنھین بے تکان "پاگل" کہہ دیا تو ایک سناٹے مین آ گئے۔ اتنے مین مصاحبون مین سے ایک نے کہا "ڈاکٹر صاحب سرکار کا منشا نہین ہے کہ عشق کی طبی تحقیقات کی جائے آپ تو جا بے موقع ہو یا نہ ہو بات کا آپریشن کرنے لگتے ہین" اس پر تمام حاضرین دربار نے ایک فرمائشی قہقہہ لگایا۔ اور ایک صاحب بولے "حضور اس مسئلہ مین فلسفیون کے خیالات دریافت فرمانا چاہتے ہین"

ڈاکٹر صاحب "فلسفیون کے نزدیک بھی وہی ہے جو طبیبون کے نزدیک ہے۔ ہان شاعرون کے خیالات سے البتہ عشق کا رسیلا پن معلوم ہو سکتا ہے"

ایک شاعر صاحب "تو مضائقہ کیا ہے شاعرانہ خیالات ہی ظاہر فرمائیے"

ڈاکٹر "مین شاعر نہین ہون" نواب صاحب نے دل ہی دل مین اندازہ کر لیا کہ ڈاکٹر صاحب کے نے میرے ایک کلمہ کو برداشت کر لیا۔ لہذا جرأت بڑھی اور ارادہ کیا کہ اس سے بھی زیادہ اُن کا غرور توڑا جائے۔ اس نوابی صحبت کی مدت سے یہ وضع چلی آتی ہے کہ مہذب و شائستہ آدمیون کو رفتہ رفتہ غیر مہذب اور اس قدر متحمل بنا دیا جاتا ہے کہ وہ ہر طرح کی بے عزتی کو گوارا کر کے پورے بے غیرت بن جاتے ہین۔ اسی اثنا مین ڈاکٹر صاحب نے

جھک کے جیب سے ایک گلوری نکال کے منھ مین رکھی اور ادھر اُدھر دیکھا کہ کسی نے دیکھ تو نہین لیا۔ نواب صاحب نے اُن کی یہ حرکت دیکھ لی تھی۔ ایک مصاحب کی طرف آنکھ ماری اور اُس نے کہا "ڈاکٹر صاحب یہ اکیلے ہی اکیلے؟" ڈاکٹر صاحب نے کہا "آپ کو بھی شوق ہو تو پیش کر دون؟" جواب ملا "ضرور!" ڈاکٹر صاحب نے جیب سے دوسری گلوری نکالی۔ مگر جن صاحب نے مانگی تھی ذرا فاصلے پر تھے۔ ہمارے ڈاکٹر صاحب کو بے تکلفی کی وجہ سے اس کی ضرورت نہ معلوم ہوئی کہ کسی چوبدار کو بلا کے اُس کے ہاتھ بھجوائین۔ اپنے موٹاپے کی وجہ سے یہ بنا نہین کہ خود اُٹھ کے اُن کے پاس جائین۔ زمین پر ہاتھ ٹیک کے جھکے۔ اور گلوری دینے کے لیے گھٹنون گھٹنون اُن کی طرف چلے۔ چوپایون کی طرح دو ہی قدم گئے ہون گے کہ نواب صاحب نے اپنی مسند پر سے جست کی۔ غیر معمولی پھرتی سے ڈاکٹر صاحب کی پیٹھ پر سوار ہو گئے۔ اور ایڑین مار مار کے زبان سے ٹخ ٹخ کرنے لگے۔ پھر ایک چوبدار کی طرف دیکھ کے، "چابک لانا چابک" فوراً چابک آ گیا۔ اور دو چار چابکین ڈاکٹر صاحب کے سر کانون اور گالون پر پڑ گئے۔ غرض کچھ دیر تک یہ حالت رہی کہ ڈاکٹر صاحب حسرتناک خاموشی و مجبوری سے گھوڑے بنے ہوے ہین۔ نواب اُن کی پیٹھ پر سوار چابک پھٹکار رہے ہین۔ اور سارا دربار قہقہے لگا رہا ہے۔ آخر نواب یہ کہتے ہوے اُترے کہ پھر کبھی میرے دربار مین ایسی بدتمیزی کی حرکت نہ کرنا!" ڈاکٹر بیچارے کی یہ حالت تھی کہ کاٹو تو بدن مین لہو نہ تھا آہستہ سے عرض کیا "حضور نے میرے ساتھ وہ برتاؤ نہین کیا جو رئیس اپنے معالج طبیبون کے ساتھ کیا کرتے ہین!"

نواب: "تم کو طبیب کون کہتا ہے؟ طبیب یونانی حکیم ہوتے ہین۔ میرا ہے علاج تم سے نہین ہو سکتا!"

ڈاکٹر صاحب: "حضور نے دو دن بھی میرا علاج کیا ہوتا تو معلوم ہوتا کہ مین علاج کر سکتا ہون یا نہین"

نواب: "میرے مرض کی دوا ڈاکٹرون کے پاس ہی نہین ہے آزمانے ک

آزمانا حماقت ہے۔"

ڈاکٹر صاحب:۔ "خیر حضور کا نہ سہی میں انھیں چند روز میں سیکڑون آدمیون کا علاج کر چکا ہون۔ اور خدا نے سب کو شفا دی۔ میری یہ پبلک خدمت کیا قدر دانی کی مستحق نہین ہے؟"

نواب:۔ "مین نے تمھین اپنے لیے بلایا ہے یا ایرا غیرا نچکلیان کے لیے؟ تم لاکھ آدمیون کی دوا کرو میرے کام کے نہین تو ٹکے کے آدمی ہو۔"

اس کے جواب مین ڈاکٹر صاحب نے سر جھکا لیا۔ دل مین سوچنے لگے کہ "یہان رہنا ٹھیک نہین جس قدر جلد ہو سکے چلنے کا سامان کرنا چاہیے! ادھر نواب صاحب نے دل مین کہا "ڈاکٹر اتنی کھا بدا ہے تو اس سے زیادہ بھی برداشت کرلے جائے گا۔ اب مناسب یہ ہے کہ اس وقت اس کی تھوڑی سی استمالت اور بانتک شوئی بھی کر دی جائے۔ یکایک ایک ٹھٹھا مار کے مصاحبون سے کہا "بھئی ڈاکٹر صاحب خفا ہو گئے۔ خبردار اب کوئی کچھ نہ کہے" پھر ڈاکٹر صاحب کی طرف متوجہ ہو کے فرمایا "یہ تو بے تکلفی اور زندگی کی باتین ہین ان کا برا ماننا ہی کیا؟ مجھے تکلف اور حیا ان چیزین سے نفرت ہے۔ مین صاف آدمی ہون اور چاہتا ہون کہ میری صحبت مین جتنے لوگ رہین سب سے بے تکلفی رہے" ڈاکٹر صاحب نے اس کا کچھ جواب نہ دیا تو تمام مصاحبین پیچھے پڑ گئے۔ اور سبھون نے قصور معاف کرا کے قسمین دلانا شروع کین اور یہان تک مجبور کیا کہ ڈاکٹر صاحب کو صاف دلی کا اظہار و اقرار کرنا پڑا۔

اس وقت معمر سن رسیدہ فارن سکریٹری ملک حیدر خان نواب کے قریب کھڑے تھے۔ اگرچہ رشتہ مین نانا ہوتے ہین مگر بے تکلفی کی صحبت مین ان سے دھول دھپا ہوا کرتا تھا۔ اور کبھی ان کی لنگی کھلوا ڈالی جاتی تھی۔ نواب نے لپک کے ان کا کان پکڑ لیا۔ اور فرمایا "تم نے بہت باتون کے وعدے کیے تھے۔ مگر آج تک پوری ایک بھی نہ ہوئی؟"

ملک حیدر خان:۔ "غلام غافل نہین ہے۔ کارروائی کر رہا ہے! فرما

عنقریب کیفیت عرض کرے گا۔ لیکن اس وقت ایک خاص بات عرض کرنی ہے۔"

نواب ۔"کون سی بات؟ کیا اکیلے مین کہنے کی ہے؟ سب کو ہٹا دون؟"

یہ کہتے ہی کان کھینچ کے اُن کا سر اپنے قریب کر لیا۔

ملک حیدر خان ۔ (کان مین) "مین اس وقت حضوری مین ضیاء اللہ نام ایک نئے شخص کو پیش کرنا چاہتا ہون۔ جو قوم کا تو ڈوم یا ڈھاری ہے۔ مگر ظاہری صورت سے نہایت مہذب اور معزز و مقدس آدمی معلوم ہوتا ہے اس کے ساتھ انتہا درجے کا باندا ق اور لطیفہ گو ہے۔ اور زیادہ خوبی کی یہ بات ہے کہ اپنی ایک بھتیجی کوکب آرا کو جو حسن مین لاجواب اور گانے ناچنے مین کمال رکھنے کے ساتھ پڑھی لکھی اور بہت ہی باندا ق ہے محل مین داخل کرنا چاہتا ہے۔"

نواب ۔"اے تو یہ پوشیدہ رکھنے کی کون سی بات تھی؟ لاؤ جلدی لا کے حاضر کرو۔ ایسے لوگون کی قدر نہ ہوگی تو کس کی ہوگی؟ اور مین تو اس قسم کے لوگون کا عاشق ہون۔"

یہ حکم پاتے ہی ملک حیدر خان نے چوبدار بھیج کے ضیاء اللہ خان کو بلوایا جو باہر اجازت باریابی کا منتظر کھڑا تھا۔ جیسے ہی اُن کی صورت نظر آئی سارا دربار سناٹے مین آگیا۔ اور سب کی نگاہین اُسی کی طرف اُٹھ گئین۔

ضیاء اللہ خان کی عمر کوئی ستر برس کی ہوگی۔ مگر چہرے پر بڑھاپے نے تقدس نورانیت اور بزرگانہ وقار کے سوا کسی قسم کی ناتوانی اور بدصورتی نہین نمایان کی تھی۔ سن رسیدگی سے جھریان پڑنے کے بجائے چہرہ روشن اور سرخ و سفید ہوگیا تھا۔ بوڑھے گورے چہرے کے اوپر خوب اُجلے عمامے اور نیچے دو بالشت کی کنگھی کی ہوئی براق ڈاڑھی نے ایک ایسی آن بان پیدا کر دی تھی جس کا دیکھنے والون کے دل پر رعب پڑتا تھا۔

نواب صاحب اُن کی صورت دیکھتے ہی ذرا بھونچکا سے ہوئے۔ گھبرا کے نانا جان کا کان چھوڑ دیا۔ اور دل مین کہا "یہ جناب شیخ کہان سے آ گئے؟ کھینچ خوب موقع ہاتھ آیا۔ بدنامی سے بچنے کی جو تدبیر مین نے سوچی تھی آج ہی پوری ہو جائے گی۔" اتنے مین ملک حیدر خان نے کہا "حضور اُن کی صورت

نہ جائین۔ ان کی خوبیون اور حاضر جوابیون کی تعریف نہین ہوسکتی۔" اب ضیاء اللہ خان قریب آئے اور جھک کے آداب بجالائے۔ پھر ملک حیدر خان کیطرف دیکھ کے کہا "مگر اس کو کیا کرون کہ مین نے فقط صورت ہو تو یون کی سی پائی ہے۔"

نواب۔ "ا ہا ہا! خوب جواب دیا۔ واقعی آپ نے عجب لطف کی صورت پائی ہے ذرا آگے آیئے۔" ضیاء اللہ خان دو قدم آگے بڑھ کے ادب سے کھڑے ہوگئے تو کہا "اے بھئی اور آگے آؤ۔ مین جب تک جی بھر کے تمہاری صورت نہ دیکھ لون گا چین نہ آئے گا۔" ضیاء اللہ اور آگے بڑھے۔ اور نواب صاحب بولے "ابھی اور آگے آؤ۔" یہان تک کہ ضیاء اللہ بڑھتے بڑھتے بالکل قریب پہونچ گئے۔ تب نواب صاحب نے بہت ہی غور و توجہ سے آنکھین پھاڑ پھاڑ کے اُن کی صورت دیکھی۔ ہاتھ لگا کے اُن کی ڈاڑھی کی آب و تاب اور چمک دمک پر غور کیا اور یکایک بے اختیاری سے بولے "مین تو اس صورت کا عاشق ہون۔ واللہ دل ہاتھون سے جاتا رہا۔" یہ کہتے ہی ضیاء اللہ خان کو کھینچ کے گود مین بٹھا لیا۔ اور بے تکلف لپٹا لپٹا کے پیار کرنے لگے۔ "اب دربار کی عجیب حالت ہے۔ حاضرین کے پیٹ مین مارے ہنسی کے بل پڑے جاتے ہین۔ رہ رہ کے ہنسی کا ٹر دڑا اُٹھتا ہے۔ مگر کس کی مجال ہے کہ مسکرا بھی دے۔ سب خاموش اور دم بخود بیٹھے ہین۔ ضیاء اللہ خان کی یہ حالت کہ اندر ہی اندر کٹے جاتے ہین۔ ساری حاضر جوابی رفو چکر ہو گئی۔ آنکھین جھکی ہوئی ہین اور شرما شرما کے کوشش کرتے ہین کہ نواب کے پنجہ عشق سے چھوٹین۔ مگر نواب صاحب کا یہ عالم ہے کہ زیادہ بھینچ بھینچ کے دباتے ہین ساعت بہ ساعت زیادہ بیخود و بے تاب ہو کے بوڑھے گالون اور سرمہ لگی آنکھون کے بوسے لیتے ہین۔ دیر تک اسی مشغلے مین رہنے کے بعد نواب نے لالن کی طرف دیکھا جو اُن کی حرکتین دیکھ دیکھ کے ناچنا گانا بھولی جاتی تھی۔ اور ہنسی کے دبانے کی ناقابل برداشت کوشش سے اسکے پیٹ مین درد ہونے لگا تھا۔ وہ زبان سے کچھ جواب نہین دینے پائی تھی کہ نواب صاحب نے بے خودی کے لہجے مین کہا "ایسا معشوق کبھی دیکھا تھا؟"

لالن:۔ حضور کبھی نہین دیکھا تھا؟"

نواب۔ (ڈاکٹر صاحب سے) "ڈاکٹر صاحب عشق اسے کہتے ہین میرا اور میری سلطنت کا عشق حقیقی ہی ہے مین اسی سوچ مین تھا کہ آج مجھے بیٹھے بیٹھے آپ ہی آپ عشق کا خیال کیون آگیا؟ اب معلوم ہوا کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ معشوق آنے والا تھا۔ پہلے ہی سے خبر ہو گئی۔"
یہ کہتے ہی پھر بیتابانہ جوش کے ساتھ ضیاء اللہ خان سے لپٹ گئے۔ اور اُن کے لب و رخسار اور ریش دراز کے ہزارون بوسے لے ڈالے۔

اتنے مین نواب کی نظر لالن کے چہرے پہ جا پڑی جو ظاہر مین تو بہت ہی رو کھا منھ بنائے ہوئے تھی مگر ہنسی کے مارے بیتاب ہو ہو کے بل کھا رہی تھی کہنے لگے "این! تم میرے معشوق کو گھورتی ہو! خبردار کوئی میرے معشوق کیطرف نہ دیکھے۔ کسی نے ادھر نظر اُٹھائی تو آنکھین پھڑوا دونگا۔" اتنا کہتے ہی پھر ضیاء اللہ خان سے مصروف بوس و کنار ہو گئے۔ اور حاضرین کی طرف دیکھ کے کہا "یہ عشق حقیقی ہے کہ نہین؟" سب نے ادب سے عرض کیا "بے شک عشق حقیقی ہے!"

نواب۔ (چوبدار سے) "داروغہ توشہ خانے سے کہو کہ میرے معشوق کے لئے بھاری جوڑا اور زیور لے آئے جو اچھے سے اچھے معشوق کو زیب دے!"

فوراً اطلس کا ایک پُرتکلف قیمتی جوڑا اور کچھ ہار وغیرہ پیش کیے گئے۔ جوڑے کو دیکھتے ہی نواب بگڑ گئے۔ اور کہا "تم لوگون کو تمیز نہ آئے گی! یہ عاشقون کے پہننے کے کپڑے ہین یا معشوقون کے؟ اجی ان کے لیے گوٹے پٹھے کے رنگین کپڑے لاؤ اور سونے کا مرصع زیور۔ زیور تو خیر محل کی عورتون سے لے لیا گیا مگر گوٹا پٹھا لگے مردانے کپڑے کہان سے آتے؟ ایک مردانہ طائفہ جو سرکار مین نوکر تھا لوگ لپک کے اِس کا ایک بھاری جوڑا اُٹھا لائے جو ضیاء اللہ خان کے زیب تن کیا گیا۔ کامدار لال مندیل سر پہ بنھائی گئی اطلس کا پائجامہ جس کی گوٹ پر

بہت ٹنکی تھی۔ اور زرد اطلس کے کرتے پر پھولدار سُرخ اطلس کا انگرکھا جس مین گوٹ پر لچکا تھا پہناے گئے۔ اور جب ضیاء اللہ خان یہ معشوقانہ لباس پہن چکے تو نواب صاحب نے اُن پر نگاہ شوق ڈال کے کہا۔ واہ واہ واہ! معشوق ہو تو ایسا ہو! یہ کہہ کے پھر اُنھین گود مین بٹھا لیا۔ اور اپنے ہاتھ سے اُن کی کلائیون مین سونے کے کنگن۔ گلے مین سونے کی چمپاکلی۔ اور ہیکل پہنا کے پیار کرنے لگے۔

مصاحبین سمجھ رہے تھے کہ یہ بھی نواب کا ایک مسخرہ پن اور طفلانہ مذاق ہے تھوڑی دیر مین ختم ہو جائے گا۔ بار بار نواب صاحب کا منھ دیکھتے تھے کہ اُس پر ہنسی نمودار ہو تو ہنسنا شروع کرین۔ لیکن وہان اس بلا کی متانت و محویت تھی کہ بعض بعض کو شبہ ہونے لگا شاید نواب صاحب سچ مچ اس پیر مرد پر عاشق ہو گئے ہین۔ سارا دربار اُنھین خیالات مین تھا کہ نواب اُٹھ کھڑے ہوے اور ضیاء اللہ خان کو ہاتھ پکڑ کے خلوت خاص مین لیے چلے گئے۔ اب مصاحبین ورلائن ضبط مالایطاق کے عذاب سے چھوٹ کے باہر آئے آتے ہی سب نے بے اختیار ہنسنا شروع کیا۔ اور ہنستے ہوئے اپنے گھرون کو سدھارے۔ گھر مین پہنچنے کے بعد بھی جب گھنٹون ہنس لیے تب کہین ضبط خندہ کی تکلیف رفع ہوئی۔

پانچوان باب

آن دل کہ رم نمودے از خوبرو جوانان ٭ دیرینہ سال پیری بُردش بیک نگاہی

اب ہمارے زندہ دل نواب حرام پور کی یہ قطع ہے کہ بوڑھے ضیاء اللہ خان کے عاشق زار ہین کسی حسینہ کی زلف گرہگیر نے کبھی کسی دلدادۂ عشق کے دل پر وہ اثر نہ کیا ہو گا جو بوڑھے معشوق کی ریش دراز مسند نشین حرام پور کے دل پر کر رہی ہے۔ نواب صاحب جہان نظر آتے ہین جلوت ہو یا خلوت یہی تماشا نظر آتا ہے کہ ضیاء اللہ گوٹے ٹھپے کے کپڑے پہنے ہوے پہلو مین بیٹھے ہین بوس و کنار سے نواب صاحب کا دل کسی طرح بھرتا ہی نہین دربار مین تو یہ عالم ہے کہ لوگون سے دو باتین کین اور معشوق دیرین کے چاٹ لوسہ لے لیے

ایک آدھ بات کی اور پھر اُسی طرف متوجہ ہو گئے۔ باہر نکلتے ہین تو ضیاء اللہ خان پہلو مین بیٹھے ہوتے ہین اور بوس و کنار سے اتنی فرصت ہی نہین ملتی کہ کسی کی طرف دیکھین یا کسی کا سلام لین۔

سارے شہر مین مشہور ہے کہ نواب صاحب ایک پیر مرد پر عاشق ہو گئے اور ایسے عاشق کہ سوا اُس سے بوس و کنار کرنے کے کوئی کام کرتے ہی نہین جب سواری باہر نکلتی ہے تو اس عجیب و غریب عشق حقیقی کا تماشا دیکھنے کی لیے لوگون کا ٹھٹھ لگ جاتا ہے۔ اور ہمارے نواب سوا عشق بازی کے اور کسی کام مین مصروف دیکھے ہی نہین جاتے۔ سارے مصاحب عہدہ داران ریاست اور نازنینان حرم سناٹے مین ہین اور کسی کی سمجھ مین نہین آتا۔

اسی فکر اور سکوت مین ایک دن محل مین زنانی ڈیوڑھی پر نواب کے نانا ملک حیدر خان اور نئے پرائیوٹ سکرٹری کھڑے تھے کہ ڈاکٹر عبدالرحمٰن آ گئے اور ملک حیدر خان نے اُن کی طرف دیکھ کے سوال کیا "کیون ڈاکٹر صاحب یہ کیا معاملہ ہے؟" نواب صاحب کے اس عجیب و غریب عشق کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے؟"

ڈاکٹر۔ (ہنس کے) "یہ بھی نواب صاحب کی ایک دل لگی ہے۔ ضیاء اللہ خان کو بنا رہے ہین۔"

ملک حیدر خان "دل لگی اتنے دنون تک قائم نہین رہ سکتی۔"

ڈاکٹر "تو کیا آپ سمجھتے ہین کہ یہ کوئی مرض ہے؟ میرے خیال مین تو یہ بیماری نہین مذاق ہی مذاق ہے۔"

پرائیوٹ سکرٹری "ڈاکٹر صاحب یہ صرف مذاق تو نہین ہو سکتا۔ سعد اللہ کے ہاتھ سے زخمی ہونے کے بعد جب سے اچھے ہوئے ہین مزاج مین ایک سنک سی پیدا ہو گئی ہے۔ مذاق ہمیشہ کرتے تھے اور دربار مین ہنستے ہی گزرتی تھی۔ لیکن یہ کبھی نہ تھا کہ ایک بات اختیار کر لی تو اس سے باز نہین آتے۔"

ڈاکٹر "اگر بیماری ہے تو مین دعوی کرتا ہون کہ دس پندرہ روز مین اچھا کر دون گا مگر میرا علاج ہونے ہی کیون لگا؟ علاج کیسا مجھے تو تشخیص مرض

کا بھی موقع نہ دیا جائے گا۔"
اب بندی آکے یہ باتین سننے لگی تھی۔ڈاکٹر صاحب کے خیالات سُن کے بولی "اور آپ تشخیص کرکے کیا کرین گے؟ یہ بیماری نہ آپ کے بس کی ہے اور نہ حکیمون کے بس کی؟"
سکریٹری۔(تعجب سے) "تو پھر کس کے بس کی ہے؟"
بندی۔"اس کے لیے کوئی زبردست عامل چاہیے۔سعداللہ ہمارے حضور کے سر پہ سوار ہین اور وہی اُن سے یہ حرکتین کرا رہے ہین جو کبھی دیکھی تھین نہ سنی تھین۔"
ملک حیدر خان۔"ایک دفعہ تو عامل کے شوق مین یہ آفت ہو چکی ہے اب کی نے جا کے خدا جانے کس عذاب مین پھنساؤ گی۔"
بندی۔(بگڑ کے) "اے واہ! میرا نام نہ لیجیے گا۔کسی اور نے سُن پایا تو میرا سر ہی مُنڈ جائے گا۔نواب صاحب اپنے شوق سے گئے مین گنہگار ہون ذرا اتنی بات کی کہ ایک عامل کا نام سنا تھا بتا دیا۔اب مجھ نگوڑی کو کیا خبر تھی کہ وہ موا سعداللہ نکلے گا؟"
سکریٹری۔(مسکرا کے) "کوئی بگڑنے کی بات نہین ہے۔کہنے کو تو لوگ کہین گے کہ تم ہی کہو کہ تم نہین لے گئین تو اور کون لے گیا تھا؟ اور جب تم لے گئی تھین تو تمھارا ہی یہ کام بھی ہے کہ کسی عامل کو لا کے انھین اچھا کرو۔"
بندی۔"مین گھر کی بیٹھنے والی مجھے کیا خبر کہ کون کہان رہتا ہے؟ آپ ہی پتہ لگائیے۔شہر مین بہت سے ملا سیانے پڑے ہین۔"
سکریٹری۔"خیر جو کچھ ہو مگر ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کے بیٹھنے کا معاملہ نہین ہے۔ڈاکٹر صاحب علاج کرین یا حکیم صاحب یا کوئی عامل نواب صاحب اتنے بیوقوف نہین ہین کہ ایک پیرفانی کی صورت پر عاشق ہو جائین۔"
بندی۔"اے تو نواب صاحب جب اپنے آپے مین ہون؟ یہ کوئی اور ہی ہے۔"
ڈاکٹر۔"مین اِن باتون کا قائل نہین۔اور کون ہوتا؟ یہ بیماری ہے۔ سعداللہ

کے خوف سے سہمے ہوئے ہین اور اسی خوف نے دماغ بگاڑ دیا ہے۔"

ملک حیدر خان:۔ "اچھا تو مین آج پتہ لگاؤن گا کہ نواب صاحب یہ مذاق ہے یا دماغ خراب ہو گیا ہے۔"

لوگون مین یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ چوبدارون مین نواب کے برآمد ہونے کا غلغلہ بلند ہوا۔ بندی سنتے ہی زنانے مین ہو رہی او ہمارے زندہ دل نواب صاحب ضیاء اللہ خان کے گلے مین داہنا ہاتھ ڈا اور اُن کو بار بار لپٹا کے پیار کرتے ہوئے برآمد ہوئے۔ نقیب نے "آداب بجا لاؤ!" نعرہ بلند کیا اور تمام حاضرین جھک جھک کے آداب بجا لائے۔ مصاحبون کو دیکھ نواب ٹھہر گئے۔ اور پرائیوٹ سکرٹری کیطرف دیکھ کے کہا "بھئی سنتے ہو۔ اب ارادہ ہے کہ معشوقون کی تلاش مین جتنے محکمے قائم ہین سب تخفیف کر د جائین جس کو (ضیاء اللہ خان کا ایک بوسہ دے کے) ایسا دلربا معشوق ہاتھ آگیا ہو اُسے کسی اور معشوق کے تلاش کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

سکرٹری:۔ "جو حضور کا حکم ہو!"

نواب:۔ "یہ سب روپیہ بیکار ہی برباد ہو رہا ہے۔ تمام شہرون میں اس پر ہزارون آدمی مقرر ہین۔ شہر ہی مین گھر گھر پھرنے اور سراغ لگانیوالی ہزار عورتین ہین بہت سے مدارس نسوان اسی ضرورت سے الگ کھولے۔ ہین یہ سب بیکار ہی تو ہے؟"

سکرٹری:۔ "جب حضور کو شوق نہ رہا تو بے شک بیکار ہے۔"

نواب:۔ "محل مین ہزارون عورتین بھری ہوئی ہین جن پہ مفت مین لاکھ روپیہ غارت ہو رہا ہے۔ جب مجھے محل سے سروکار ہی نہین رہا تو پھر کی کیا ضرورت باقی رہی؟ اب ارادہ ہے کہ ان سب عورتون کو طلاق د کے نکال دون۔ مجھے تو بس اپنا یہ معشوق چاہیے۔" یہ کہا اور ضیاء اللہ خا سے پھر اختلاط شروع ہو گیا۔

اِن سب باتون کو سُن کے اور سب تو خاموش ہو رہے۔ مگر ملک حیدر خا نے دل مین کہا "یہ تو بُرا ہوا۔" نواب صاحب کے دل سے اگر یہ شوق جاتا

تو پھر محل مین خاک اُڑنے لگے گی۔ ہزار دن زن و مرد کی روزی مین فرق آئے گا۔ اور مین تو موقوف رکھا ہی ہون میرے خیال مین تو نواب صاحب کو اس آفت سے بچانا ثواب کا کام ہے۔ کوئی امر چاہے کیسا ہی بُرا ہو اور اُس سے چاہے کیسے ہی خراب نتیجے پیدا ہوتے ہون۔ اگر اس مین خلق خدا کا نقصان ہو تو اُسے جان تک بنے مٹانا ہی چاہیے۔ اور میرے عقیدے مین تو خدا اور رسول کی خوشنودی بھی اسی مین ہے۔ لیکن کیا کیا جائے؟ اور سب سے بڑی بدنامی کی یہ بات ہے کہ مجھ ہی کمبخت نے اُس کے اس منحوس صورت والے ڈاڑھی جار کو بلایا تھا۔ اندر باہر تمام لوگ میری ہی جان کو روئین گے اور مجھی کو بانی بی بی کے کوسین گے۔ اصل تو یہ ہے کہ اگر مین نے یہ آفت پیدا کی ہے تو اُس کا مٹانا بھی میرا ہی کام ہے ضیاء اللہ کہین الگ ملتا تو مین اُسے سمجھا دیتا۔ اور اسی کے ذریعے سے اس آفت کو دور کرتا۔ مگر قیامت تو یہ ہے کہ دن ہو یا رات نواب اُسے کسی وقت چھوڑتے ہی نہین۔ بات کیسی اس سے اشارہ کرنے کا بھی تو موقع نہین ملتا۔ اُس کی بھی جان عذاب مین ہے۔ ایک طرف تو اس ذلت و رسوائی سے دل ہی دل مین کٹا جاتا ہے کہ اس بُڑھاپے مین نواب صاحب کا معشوق بنا! اور سب لوگون کو دکھا دکھا کے اُس کی عزت لی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ جس وقت یہان آیا تھا وہ گھڑی ہے اور آج کی گھڑی نہ اپنے گھر جانے پایا ہے نہ اپنا کوئی کام کرنے کی مہلت ملی ہے۔ نہ بیوی بچون سے ملا ہے نہ دوستون کی صورت دیکھی ہے وہ تو خود ہی چاہتا ہو گا کہ کسی طرح اس عذاب سے چھوٹے۔ اچھا خیر دیکھو مین کوشش کرتا ہون چاہے کچھ ہو جائے مین تو اپنی سی کر لون گا" دل مین یہ منصوبہ ٹھہراتے ہی دو قدم بڑھے اور ادب سے عرض کیا "جان کی امان پاؤن تو دو باتین عرض کرون"

نواب "ضروری باتین ہین؟"

ملک حیدر خان "حضور ضروری اور نہایت ضروری"

نواب "اور راز کی؟"

ملک حیدر "نہایت ہی راز کی۔ ایسی راز کی باتین کہ حضور حکم بھی دین تو غلام انھین کسی اور کے سامنے نہ عرض کرے گا"

نواب "تو بھئی مجھ سے اپنے معشوق جان نواز کی مفارقت تو نہ گوارا کی جائے گی۔ سب باتین ہو سکتی ہین مگر ہجر کا ایک لمحہ برداشت کرنے کی بھی مجھ مین تاب نہین"

ملک حیدر "تو پھر غلام عرض ہی نہ کرے گا۔ لیکن حضور کو یہ معلوم رہے کہ وہ بہت ضروری اور اہم باتین ہین اور تاخیر مین اندیشہ ہے کہ حضور ناراض نہ ہون"

نواب "تو تم میرے اس معشوق دل نواز کے سامنے ہی کیون نہین کہہ دیتے؟ اس سے میرا کون سا راز چھپا ہے؟"

ملک حیدر "اس بارے مین تو غلام حضور کا کہنا نہ مانے گا"

آخر مجبور اور عاجز ہو کے نواب نے ضیاء اللہ خان کو لپٹ کے خوب پیار کیا پھر اُس سے ایک گھڑی کے لیے رخصت ہو کے الگ کمرے مین گئے اور فرمایا "جو کچھ کہنا ہو جلدی کہو"

ملک حیدر "اُن ضروری باتون کے عرض کرنے سے پہلے حضور سے غلام یہ پوچھنا چاہتا ہے کہ حضور کو ضیاء اللہ کے ساتھ سچ مچ عشق ہے یا یہ حضور مذاق کر رہے ہین؟"

نواب "مذاق کیسا؟ مین سچ مچ عاشق ہون"

ملک حیدر۔ (روکھا منھ بنا کے) "مجھے تو یقین نہین آتا؟"

نواب۔ (حیرت سے) یقین نہ آنے کی وجہ؟"

ملک حیدر "وجہ یہ کہ جسے کسی کے ساتھ عشق ہوتا ہے اُس کی آرزون کو وہ سب سے پہلے پورا کیا کرتا ہے۔ اور حضور کو اپنے معشوق کی آرزو کا ذرا بھی خیال نہین"

نواب۔ (کمال توجہ کے ساتھ) "اُس نے کون سی آرزو ظاہر کی جسے مین نے پورا نہین کیا؟"

ملک حیدر "وہ مارے شرم کے کچھ زبان سے نہین کہتا۔ اور حضور خیال نہین

فرماتے؟"

نواب "آخر کچھ بتاؤ گے بھی کہ اُس کی کیا آرزو ہے؟"

ملک حیدر "اُس کی آرزو یہ ہے کہ اُس کی بیٹی کوکب آرا کو حضور اپنے حرم مین داخل فرمائین"

نواب "ہان تم نے کہا تھا۔ لیکن جب مین خود اُس پر عاشق ہون تو اس کی بیٹی میری بیٹی ہوئی"

ملک حیدر "ہوا کرے۔ یہ تو پُرانے لوگون اور مولویون کی باتین ہین بادشا ہ اور امیر ایسے مسئلون کا بھی کبھی خیال کیا کرتے ہین؟ اور ہماری سرکار مین تو کبھی اس کی پروا ہی نہین کی گئی جب بیسون ایسے واقعے موجود ہین تو ضیاء اللہ نہ کہین گے کہ اس مسئلہ کا خیال اور کبھی نہ کیا گیا؟"

نواب۔ (لاجواب ہو کے) "بھئی سچ تو یہ ہے مگر دیکھو کسی سے کہہ نہ دینا عورتون سے میرا دل بھر سا گیا ہے۔ یہ فوج کی فوج محل مین بھری ہوئی ہے بھی بیکار ہی نظر آتی ہے"

ملک حیدر "تو کیا یہ باہر کی آمد اور روزانہ نئی بھرتی کا جو سلسلہ جاری ہے بند کر دیا جائے گا؟"

نواب "جی تو یہی چاہتا ہے مگر نہین مین نے اپنی وضع بدلی تو حلال گر کر بعض دشمنون کے بھکانے سے میری رعایا بھی کہنے لگے گی کہ مین اُن لوگون سے دب گیا۔ یا جو مشہور ہو رہا ہے کہ مین بیکار ہو گیا ہون سچ ہے۔ ایسا خیال ہرگز نہ پیدا ہونا چاہیے"

ملک حیدر۔ (دل مین ہنس کے) "تو جب عورتون کے داخل کرنے کا سلسلہ برابر جاری رہے گا۔ اور ایک صرف ضیاء اللہ کی بیٹی قبول کی جائے گی تو وہ اپنے دل مین کیا کہے گا؟"

نواب۔ (گھبرا کے) "آج کل کے حالات ایسے ہین کہ مجھ سے کچھ کرتے دھرتے نہین بنتا۔ (اچھا خیر اس لڑکی کو آج شام کو بلوا لینا"

بلکہ ایک خاص قسم کا مجنونانہ جوش ہے۔ ورنہ کیا مین سمجھتا نہین ہون کہ یہ ایک طرح کی بیہودگی ہے؟"

ملک حیدر: "غلام کا خود یہی خیال تھا کہ حضور نے اپنے اس عجیب وغریب عشق کے ذریعہ سے صحبت مین ایک طرح کی زندہ دلی وخوش مذاقی پیدا کردی ہے۔ لیکن ایسی باتون کو محل کے اندر یا فقط دربار خاص تک محدود رہنا چاہیے دربار عام مین یا اس وقت جب سڑکون پر سواری گزرہی ہو ضیاء اللہ سے اختلاط کرنا تو ٹھیک نہین معلوم ہوتا۔"

نواب: "اس مین میری یہ مصلحت ہے کہ عوام الناس کو بھی معلوم ہوجائے کہ مین عشق کی دنیا مین ناکارہ نہین مجنون ہون۔"

ملک حیدر: "یہ فائدہ تو حاصل ہوگیا۔ لیکن برابر اسی مشغلہ کا جاری رہنا لوگون مین زیادہ برے خیالات پیدا کرے گا۔"

نواب: "اچھا تو تم کیا چاہتے ہو؟"

ملک حیدر: "غلام بس اس قدر چاہتا ہے کہ حسینون کیطرف سرکار کی جو توجہ اول سے تھی ظاہر مین بدستور قائم رہے۔"

نواب: "تو مین نے کب حکم دیا کہ یہ سلسلہ بند کیا جائے۔ محل مین عورتون کی آمد اس وقت تک برابر جاری ہی ہے۔ رہا یہ کہ میرا ارادہ اس کے روکنے یا کم کرنے کا تھا تو اب کہتا ہون کہ تمھارے کہنے کے بموجب نہ روکون گا۔"

ملک حیدر: "اسی قدر نہین۔ فی الحال دو چار ایسے واقعے ہون کہ لوگ سمجھین حضور استقلال کے ساتھ حُسن کی قدردانی فرمارہے ہین۔"

نواب: "خیر تو اس کے لیے جو کہو کرنے کو تیار ہون۔"

ملک حیدر: "اول تو حضور ضیاء اللہ کی بیٹی کو کب آرا کے ساتھ قاعدے کے ساتھ شادی کرین دھوم دھام سے دولھابن کے جائین اور تزک واحتشام سے بیاہ لائین۔ بازارمین برات نکلے گی اور حضور دولھا بنے اور سہرا باندھے ہوئے ہاتھی پر سوار نظر آئین گے تو لوگون کے دل سے یہ خیال دور ہوگا کہ حضور کی قوت مین کسی قسم کا فرق آیا ہے۔"

نواب: "مجھے خوشی سے منظور ہے۔ مگر دو شرطین ہین۔ ایک تو یہ کہ کوکب آرا کو آج ہی دن کو مجھے لاکے دکھا دو۔ اور دوسرے مین دولھا بنون گا۔ برات لیجاؤن گا۔ اور سب باتین کرون گا مگر شرعی نکاح نہ پڑھواؤن گا"

ملک حیدر: "کوئی مضائقہ نہین نکاح ہو یا نہ ہو حضور دولھا بن کے رخصت کرا لائین۔ تاکہ عوام الناس کے خیالات درست ہون۔ رہا کوکب آرا کا آنا تو اس حکم کی تعمیل اسی وقت ہو جائے گی۔ حضور ضیاء اللہ کو اتنی دیر کے لیے چھوڑ دین کہ میرے ساتھ جا کے بیٹی کو سوار کرا لائے"

نواب: "منظور۔ اچھا اور بھی کہنا ہے؟"

ملک حیدر: "ایک بات اور ہے جس غرض کے لیے غلام نے یہ شادی تجویز کی ہے اُس کے واسطے اتنا ہی کافی نہین ہے۔ پبلک کو اطمینان دلانے کے لیے اسی قسم کا کوئی اور واقعہ بھی ہونا چاہیے"

نواب: "جو کچھ تم نے سوچا ہو بیان کرو۔"

ملک حیدر: "مجھے اپنی اُن جاسوس عورتون سے جو حسینون کی تلاش مین گھر گھر پھرا کرتی ہین پتہ لگا ہے کہ یہان شہر ہی مین ایک کشمیری مولوی صاحب ہین جو باہر سے نوکر ہو کے آئے ہین۔ سرکاری مدرسہ مین پڑھاتے ہین اور مولوی حمد اللہ نام ہے۔ اُن کی ایک چودہ برس کے سن و سال کی نازک اندام اور بیچال بیٹی ہے زینب جس کے حُسن کا سارے شہر مین شہرہ ہو رہا ہے۔ اور بڑی بڑی تجربہ کار اور مبصّر عورتین کہتی ہین کہ حرام پور ہی نہین سارے ہندوستان مین اُس کا جواب نہین ہر گھر مین اُس کی خوبصورتی کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ اور ہر شخص کی زبان پر اُس کا نام ہے۔ غلام کے نزدیک اس لڑکی کو حضور کے محل مین ضرور داخل ہونا چاہیے۔ اگر حضور نے اُسے بلوا کے رکھ لیا تو شہر مین فوراً شہرت ہو جائے گی۔ اور لوگون کے دلون مین جو شکوک پیدا ہوئے ہین جاتے رہین گے"

نواب: "اگر ایسی ہی حسینہ ہے جیسی تم بتاتے ہو تو ضرورت ہو یا نہ ہو اُسے میرے محل مین ضرور داخل ہونا چاہیے۔ اور نہین تو اُس کی صورت ہی

ے کے اپنا دل خوش کر لیا کرون گا۔ مگر اُس کے حاصل کرنے کی کیا صورت
ئی؟ مولوی حمد اللہ میرے ساتھ نکاح کر دین گے؟ اس کی امید ہو
نہین پیام دیا جائے"
ب حیدر "خداوند یہ غیر ممکن ہے۔ بڑا خشک اور "قل اعوذ" یا مولوی
۔ کوئی اس کے سامنے اس بات کا نام بھی لے تو صورت سے بیزار
خون کا پیاسا ہو جائے گا"
ب "پھر کیا تدبیر کی جائے؟"
ب حیدر "حضور سے بہتر تدبیر کون بتا سکتا ہے۔ بھلا اور کسی کی عقل
ور کی عقل کو پہونچ سکتی ہے؟ ہرگز نہین"
ب "اچھا تو ایک تدبیر کرو۔ بھئی واللہ کیا بات خیال مین آئی ہے۔
یا ہتا ہے اپنی عقل پر قربان ہو جاؤن۔ ضیاء اللہ خان پر بھی مجھے کچھ
ان کرنا ہے اپنا معشوق بنا یا ہے تو کچھ نہ کچھ کرنا چاہیے۔ ضیاء اللہ خان
لہ دو کہ مولوی حمد اللہ پر اپنی بہن کے بھگا لے جانے کا دعوی کرین۔ بس اس
ن کی ایک درخواست اُن سے لکھوا کے لے لی جائے کہ مولوی حمد اللہ کی بی بی
ین میری بہن ہے۔ یہ اُسے بھگا لے گئے اس لیے وہ مجھے دلا دی جائین۔ مین فوراً
ی دیدون گا۔ ساتھ ہی اُن کی بی بی مع بچون کے ضبط کر لی جائے
زینب کو تم میرے یہان پہونچا دینا۔ اور اس کی ماں اور جو لڑکے
ن سب ضیاء اللہ خان کے حوالے کر دیے جائین گے۔ کیون
نہ معقول تدبیر؟"
ب حیدر "بہت ہی اعلیٰ درجے کی۔ غلام نے تو پہلے ہی عرض کیا
کہ حضور سے بہتر تدبیر کوئی نہین بتا سکتا"
ب "اگلے زمانے مین بادشاہ جس سے خوش ہوتے اُسے خوبصورت
دیان اور خوش رو غلام عطا کیا کرتے تھے۔ مگر اب انگریزون نے لونڈی
دن کا بیج ہی مار دیا۔ بادشاہ ہون یا امیر کسی کو نہین نصیب۔ لیکن
نے اس روگ کے دور کرنے کی کیسی معقول تدبیر نکال لی؟"

ملک حیدر:" حضور ظل اللہ ہیں۔ اگر حضور ایسی تجویزیں نہ سوچیں گے تو پھر ہم لوگوں کی پرورش کیسے ہو گی؟"

نواب:" زینب کے سوا مولوی حمد اللہ کے اور بچے لڑکے ہیں؟"

ملک حیدر:" ایک لڑکا ہے کوئی دس برس کا۔ اور سات آٹھ برس کی ایک چھوٹی لڑکی ہے"

نواب:" یقین ہے کہ زینب کی طرح اُس کی ماں بہن بھائی بھی خوبصورت ہوں گے"

ملک حیدر:" حضور سب خوبصورت ہیں گھر کا گھر پری زاد ہے"

نواب:" تو ضیاء اللہ کے ساتھ اس سے اچھا سلوک کیا ہو سکتا ہے کہ مفت میں ایک حسین عورت گھر کا کام کرنے کو مل جائے گی۔ اور اُس کے علاوہ اور دو خوبصورت لونڈی غلام ملیں گے جنھیں چاہیں معشوق بنائیں چاہیں خادم۔ تو بس اُن سے اسی وقت درخواست لے لو"

ملک حیدر:" اگر حضور خود ہی ضیاء اللہ کو سمجھا دیں۔ میرے کہنے سے شاید انھیں تامل ہو"

نواب:" میں ابھی سمجھائے دیتا ہوں" فوراً حکم ہوا کہ "میرے معشوق ضیاء اللہ خان کو لے آؤ" زبان سے نکلنے کی دیر تھی ضیاء اللہ گوٹے ٹھپے کے شنگرفی کپڑے پہنے اور کامدار ٹوپی سر پر جمائے ہوئے آپہونچے جن کی ابتدائی ندامت اب کم ہونے لگی تھی یا یوں کہیے کہ پانی مرنے لگا تھا۔ نواب صاحب نے صورت دیکھتے ہی اپنے حسب عادت اختلاط کیا۔ دو چار بوسے لیے پھر کہا "میں آج تمھیں ایک ساتھ دو دو سرفرازیاں عطا کرنا چاہتا ہوں" ضیاء اللہ سُن کے خوشی کے ساتھ شکرگزاری کا آداب بجا لائے۔ اور نواب صاحب نے پھر سلسلۂ کلام شروع کیا "پہلی سرفرازی تو یہ کہ تمھاری بیٹی کو کب آرا کو آج ہی میں اپنا محل بناؤں گا۔ اور صرف معمولی طور پر نہیں بلکہ دولھا بن کے اور سہرا باندھ کے پورے جلوس کے ساتھ برات لے کے آؤں گا۔ اور دولھن بنا کے بیاہ لے جاؤں گا۔ تم خوش ہوئے؟"

ضیاء اللہ:" بہت ہی خوش اس سے بڑی سرفرازی کیا ہو سکتی ہے؟"

نواب "اور اس کے عوض میں تھین ایک بہت ہی خوبصورت حسینہ وجمیلہ لونڈی کام کرنے کو اور ایک ایک پر مزا دلونڈی غلام جو ابھی بہت ہی کمسن ہیں اس لیے عنایت کروں گا کہ چاہو اُنھیں معشوق بناؤ چاہو لونڈی غلام سمجھو"

ضیاء اللہ "اس ذرہ نوازی اور پرورش کا شکریہ غلام کی زبان سے ادا نہیں ہو سکتا پھر ایک اشرفی جیب سے نکال کے نذر دکھائی نواب صاحب نے نذر پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور ضیاء اللہ کو سمجھانے کے لیے الگ ہٹانے گئے۔ ملک حیدر خان کو زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا تھا کہ نواب صاحب نے واپس آ کے کہا "میں نے اُنھیں سمجھا دیا ہے۔ لہذا ان سے اسی وقت درخواست لے کے مجھ سے حکم لکھوا لو۔ پھر اسی وقت جا کے برات کا سامان شروع کر دو۔ اِن دونوں حکموں کی تعمیل آج ہی ہو جائے۔ ضیاء اللہ خان بھی شادی کے بند وبست کے لیے گھر جانا چاہتے ہیں (ضیاء اللہ سے) مگر دیکھو جلدی آنا تم جانتے ہو کہ مجھے تم سے کیسا عشق ہے۔ تمھارے فراق کی گھڑیاں خدا جانے کس تکلیف اور عذاب میں کٹیں گی" یہ کہتے ہی نواب صاحب عام مصاحبوں کے دربار میں چلے گئے۔ اور ملک حیدر خان نے ضیاء اللہ خاں کیطرف سے اس مضمون کی درخواست لکھوائی کہ "مولوی حمد اللہ کی بی بی اصل میں میری بہن ہے جبسے مولوی حمد اللہ اٹھارہ سال ہوئے بھگائے گئے تھے۔ اور ایسے غائب ہوئے کہ ہم لوگوں کو بالکل خبر نہ تھی کہ کہاں ہیں۔ اس کا شوہر اسی غم اور کوفت میں مر گیا۔ اب مدت کے بعد مولوی صاحب میری بہن کو لے کے واپس آئے ہیں۔ اور حرام پور میں موجود ہیں۔ لہذا سرکار کی عدالت گستری سے امیدوار ہوں کہ میری بہن مع اپنی اولاد کے مجھے اُن سے دلوا دی جائے۔ تاکہ اپنی دادیا کے سرکار کے لیے ترقی دولت و اقبال کی دعا کروں۔" اس درخواست پر ضیاء اللہ نے اپنے ہاتھ سے نشانی بنا دی۔ اور اس کے نیچے ملک حیدر نے تصدیق کر دی کہ "یہ دستخط خود مدعی کے ہیں"

دستخط کرتے وقت ضیاء اللہ خان نے چپکے سے کہا "مجھے دستخط کرتے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ سرکار کو حکم سے دستخط تو کیے دیتا ہوں مگر کچھ بتائیے بھی تو یہ مولوی حمد اللہ کون صاحب ہیں۔ اور اُن کا قصور کیا ہے؟"

ملک حیدر :- "مولوی حمداللہ کا قصہ ہی کیا؟ ایک مولوی ہے جو مدرسہ میں لڑکے پڑھاتا ہے اور پڑھانے کے بہانے خوبصورت لڑکوں کے ساتھ عشق بازی کیا کرتا ہے۔ میں نے خیال کیا کہ اس میں تمھارا بھلا ہوتا ہے اور اس مردود کو سزا ہو جائے گی۔"

ضیاءاللہ :- "میں تو ہر طرح آپ کی عنایتوں کا شکر گزار ہوں۔ اور آپ ہی کی توجہ سے مجھے آج آزادی نصیب ہوئی۔ ورنہ میں تو عذاب میں پڑ گیا تھا۔"

ملک حیدر۔ (چپکے سے) "اب تو تمھیں مجھ سے شکایت نہیں رہی؟ چند روز کو کب آرا میرے یہاں آئی تو تم نے تقاضا شروع کیا کہ نکاح کیجیے نہیں تو حضور میں دعوی کر دوں گا۔ اب دیکھو میں نے کیسی خوبصورتی سے اُسے سرکار کے محل میں ہو بجا دیا؟ اور کس خوبی کے ساتھ سرکار سہرا باندھ کے بیاہنے کو آئیں گے۔"

ضیاءاللہ :- "آپ کی عنایت ہے۔"

ملک حیدر :- "عنایت ہو یا نہ ہو مگر دیکھو اب کسی کے سامنے میرے اور کوکب آرا کے تعلق کا ذکر نہ آنے پائے ورنہ میرے تمھارے دونوں کے لیے بُرا ہو گا۔"

اس بات کا اطمینان دلا کے ضیاءاللہ خان اپنے گھر گئے کہ بیٹی کو لا کے حضوری میں پیش کریں۔ اور ملک حیدر خان نے درخواست لے جا کے نواب صاحب کے ملاحظے میں پیش کی۔ نواب نے چپکے چپکے پڑھ کے پیشانی پر یہ حکم تحریر فرمایا کہ مولوی حمداللہ کی بی بی بچے فوراً احراست میں لے لیے جائیں اور سائل کا دعوی بعد تحقیقات صحیح ثابت ہو تو اس کے حوالے کر دیے جائیں۔"

یہ حکم قضا شیم حاصل کرتے ہی ملک حیدر خان آداب بجا لا کے دربار سے رخصت ہوئے اور اپنی گاڑی میں بیٹھتے ہی کہا۔ "آج مولوی حمداللہ کو قدر و عافیت معلوم ہو گی۔ اب جانیں گے کہ میرے بیٹے کو درجے میں ترقی نہ دینے کا کیا پھل ملتا ہے۔ میں اُن کے پاس بیٹے کی سفارش لے کے جاؤں اور وہ کہیں کہ آپ کا لڑکا نالائق ہے۔ ترقی کے قابل نہیں۔"

راستے میں افسر کوتوالی کا مکان تھا اُن کو سرکار کا دستخطی حکم دے کے

ں کی کہ آج ہی جا کے مولوی حمد اللہ کے بیوی بچون کو حراست مین کر لو
ن بڑی بیٹی زینب شام ہونے سے پہلے حفاظت کے ساتھ حرم سرائے نوابی
ونچادی جائے۔ اور دوسرے بچے مع اپنی ان کے ضیاء اللہ خان کے سپرد کر دیے
ں۔ ساتھ ہی حکم دیا کہ رات کو نواب صاحب کی برات نکلے گی پولیس کی
معیت موجود رہے۔ پھر گھر ہی پر تخ کے کل افسران فوج کے نام سرکاری
اری کر دیا کہ ساری فوج پورے جلوس کے ساتھ غروب آفتاب سے
یوان شہریاری کے پھاٹک پر حاضر ہو۔ اعلیٰ حضرت کی سواری کر و فر کے
نکلے گی۔ اُس کے ساتھ ہی روشنی اور دیگر ضروری سامان آرائش کے
ن بھی احکام جاری کر دیے۔ ان تمام کاموں سے فارغ ہو کے ملک حیدر
ا اپنے گھر مین اطمینان سے بیٹھے۔ اور دل مین کہا "آج رات کو حرام پور
دھوم دیکھنے کے قابل ہو گی"

رات کا سین واقعی دیکھنے کے قابل تھا۔ جو فوجی سرگرمی اور شان و شوکت
ں گلی کوچون مین نظر آ رہی تھی اُس نے ہر طرف ایک میلے کی شان پیدا
ر تھی۔ اس جلوس کے متعلق رعایا مین طرح طرح کے خیالات تھے۔ اصل حال
ص خاص لوگون ہی کو معلوم تھا کہ نواب صاحب برات لے کے اپنے
معشوق ڈھاری کی بیٹی بیاہنے کو جائین گے۔ مگر عوام مین ہر شخص اپنے مذاق
وافق رائے قائم کرتا تھا۔ اور آخر سب کی رائے اس پر جمی تھی کہ
ب صاحب کو جو سخت زخمی ہوے تھے خدا نے اچھا کر دیا اور غسل صحت
وشی مین رعایا کا اطمینان دلانے کے لیے جلوس اور دھوم دھام کے
تھ سواری نکلے گی"

ضیاء اللہ خان ڈھاری کا گھر آج بدکاری و عیاشی اور ستم شعاری
مدلی کا مرکز بنا تھا۔ اس کے دروازے پر سرکار کی طرف سے روشنی کا انتظام
۔ نوبت بج رہی تھی۔ اور امرائے دولت و شرفائے مملکت ایک ڈوم کے
دروازے پر دو زانو بیٹھ کے غلامی کا ثبوت دے رہے تھے۔ دو گھڑی
ت گئی ہو گی کہ باجون کی آواز آنا شروع ہوئی اور غل مچا کہ برات

آ رہی ہے۔ لیکن برات سے پہلے ایک غم والم کا ظالمانہ جلوس نظر آیا جسے دیکھ کے ہر راہ رو کے آنسو جاری تھے۔ آگے آگے پولیس کے انسپکٹر اور سب انسپکٹر تھے۔ اُن کے پیچھے ایک سو کے قریب پولیس کے مسلح سپاہی تھے اور اُن کے درمیان مین دو فینسین تھین جن مین سے دھڑا دھڑ سر پیٹنے اور بین کرنے کی آواز آ رہی تھی ایک دس برس کا خوبصورت لڑکا تھا جسے کو توالی والے تلوارون کے حلقے مین لیے ہوے تھے اور کسی کی مجال نہ تھی کہ اُس کے پاس جائے یا اُس سے کوئی بات کر سکے۔ اور ساتھ ساتھ ایک پچاس برس کی عمر کا ثقہ صورت شخص تھا جو ننگے سر ننگے پاؤن اور گریبان چاک تھا۔ زار و قطار روتا اور سر پیٹتا تھا۔ دہائیان دیتا اور عجیب حسرت و بے کسی کے لہجے مین کہتا تھا کہ "ہائے کوئی فریاد رس نہین!" بار بار جوش مین آ کے لپکتا کہ اُس خوش رو نو عمر اسیر جفا سے لپٹ جائے مگر پولیس والے ڈنڈے مار کے ہٹا دیتے۔ بہت سے کمسن لڑکے اس بوڑھے ستم زدہ کو سمجھاتے کہ اس یورش سے کیا حاصل ہوگا گھر چلیے اور عدالت مین چارہ جوئی کیجیے۔ مگر اس کو کسی بات کا ہوش نہ تھا۔ رہ رہ کے سینہ کوبی کرتا۔ اور کہتا "ہائے میری بی بی! ہائے میرے بچے! ہائے میرا گھر لُٹ گیا! ہائے مین کہین کا نہ رہا!"

ناظرین غالباً ان بزرگ کو پہچان گئے ہون گے۔ آہ! یہ حرام پور کے نئے ستم زدہ مولوی حمد اللہ ہین جن کے بی بی بچے بے خطا و قصور اُن سے چھین لیے گئے ہین۔ اُن کی بی بی اور چھوٹی بیٹی ایک فینس مین اور دوسری جوان کنواری بیٹی زینب دوسری فینس مین ہین۔ دس برس کا بیٹا پولیس کی حراست مین ہے۔ اور وہ شریفانہ متانت اور عالمانہ ضبط کو بھول کے اپنے گھر کے اسیران ستم کے رونے پیٹنے پر بے تاب ہو ہو کے خاک اُڑاتے اور صدائے فریاد بلند کرتے ہین۔ مگر افسوس یہ آواز جو عرش تک ہلا دیتی ہے حرام پور کی محل تک نہین پہونچتی۔ مولانا کے شاگرد اُن کو سمجھاتے ہین مگر وہ فرط غم سے اُن کی کچھ سمجھ مین نہین آتا۔ یہی حسرت ناک سین قائم تھا اور دیکھنے والون کے سینے اس دل خراش منظر سے شق ہو رہے تھے کہ نشان کا ہاتھی آ پہونچا۔ اور تماشائیون کی نظرین اُس

شان و شوکت کے جلوس کیطرف اُٹھ گیئں جس برات کے دولھا خود نواب خرّام لو
تھے اور کوئی جلوس ہوتا تو پولیس والے روک دیتے۔ مگر اس موقع پر سوا اس
کے کہ وہ دونون فینیین وہ مظلوم اور ناسمجھ اسیر ستم اور وہ سینہ چاک فریادی
ایک کونے مین ہٹا دیے جائین اور خود پولیس کے لوگ بھی اُن کے آگے ادب
سے صف باندھ کے کھڑے ہو جائین اور کیا ہو سکتا تھا؟"

برات کے منتظمون نے اس خیال سے کہ بھیڑ نہ بڑھنے پائے یہ انتظام
کر دیا تھا کہ جلوس ضیاء اللہ خان کے دروازے پر آئے اور پھر ایک گلی مین سے
ہو کے نکل جائے۔ پیدل فوج کے دستہ اور سوار باجے والے جھنڈی بردار اور
کل جلوس برابر گزرتے چلے جاتے تھے۔ یہان تک کہ دولھا کا ہاتھی دلھن کے
دروازے پر آکے ٹھہر گیا جس کے آگے روشن چوکی بج رہی تھی اب سب
طرح کے باجے زور و شور سے بجنے لگے۔ اور ہر طرف سے مبارک سلامت
کا غل ہوا۔

ساتوان باب

حالت خود غرض ہادی و رہبر

دنیا اے عہد و بیوفا دنیا! آہ تو بڑی سنگدل اور نہایت ظالم ہے! یہ
تیرے معمولی کرشمے ہین کہ ایک گھر مین خوشی کے شادیانے بجواتی ہے اور
دوسرے گھر مین صدائے نوحہ و بکا بلند کراتی ہے۔ ایک جگہ تو نے ہزار دن
مشعلین روشن کر دی ہین۔ اور اُسی کے قریب جو کلبۂ احزان ہے اس کا
ٹمٹماتا چراغ بھی تجھ سے نہین دیکھا گیا جسے تو گل ہی کر کے قرار لیتی ہے ایک جگہ
خوشی کے چہچہے ہین اور دوسری جگہ ہم و غم کے ناقابل برداشت نالے
لیکن اس سے بھی زیادہ جگر چاک کرنے والا یہ آج کا منظر ہے جہان تو نے
ظالم و مظلوم کو ایک ہی جگہ لا کے جمع کر دیا ہے۔ ایک طرف وہ تباہ شدہ
خاندان مصروف ماتم ہے اور اُس کے سامنے ہی ایک تیرہ باطن و سیہ کار
ظالم شادیانے بجوا رہا ہے۔ اس کونے مین وہ بے کس خاتون ہے جو اپنے

با وفا شوہر کے پہلو سے اور وہ بے بس بچے ہین جو اپنے دل خون شدہ باپ کے
آغوش سے بے خطا و تقصیر چھین کے لائے گئے ہین کہ ایک علمی گھرانے سے نکل کے ایک
ذلیل ڈھاڑی کی غلامی کرین اور بے آبرو ہون اور اُن کے قریب ہی وہ جفا
شعار دستمگار ظالم ہاتھی پر سوار ہے جو باوجود اپنے محل مین سیکڑون بیبیان
رکھنے کے سر مین سہرا باندھ کے آیا ہے کہ ایک اور لڑکی کی مٹی پلید
اور زندگی خراب کرے۔

چند مہذب ناموران وطن ہمین مشورہ دیتے ہین کہ ان منظرون کے دکھانے
مین اس قدر سختی نہ کی جائے۔ اور بزرگ والیان ملک کے ساتھ ایسی رشتی کا برتاؤ
نہ ہو۔ بعض بزرگون کا خیال ہے کہ جس قسم کے واقعات دکھائے جا رہے ہین وہ
سوسائٹی کو غارت کرنے اور بد تہذیبی و بے شرمی کے جذبات کو حرکت دینے والے
ہین۔ افسوس ان ظالمون کی صحبت نے اُنھین بھی سنگدل اور ناخدا ترس
بنا دیا ہے۔ وہ اس جگہ خراش منظر کو دیکھین ایک صاحب علم عالم و فاضل کی اس
بے حرمتی و مظلومی پر نظر ڈالین۔ اور بتائین کہ سوسائٹی کو ہم سے ضرر پہونچتا ہے
یا ایسے ظالم و بے حیا نوابون سے؟

ہمارا روے سخن اُن مہذب شائستہ خدا ترس اور عدالت گستر والیان
ملک کی طرف نہین ہے جو ہندوستان کے لیے سرمایۂ ناز ہین۔ ہم تو اعلانیہ شریرون کا
کیریکٹر دکھا رہے ہین جنھین گورنمنٹ برطانیہ کے سایۂ حمایت مین آکے خدا بھی
بھول گیا ہے۔ نہ اپنی شرافت و عزت کا خیال ہے۔ نہ دوسرون کی شرافت عزت
کا۔ نہ اپنی آبرو کا پاس ہے۔ نہ دوسرون کی آبرو کا۔ جن کی صحبت مین
رہنا بے شرمی بیحیائی اور حد درجے کی بے غیرتی کا تمغہ ہے۔ اور جن کے
حدود اقتدارات کے اندر ہر شخص کی آبرو خطرے مین ہے۔

ہندوستان کی سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ اس کے مدعیان رفاہ پیشوا
اُس کے نامی گرامی لیڈر اُس کے مصلح و خیر خواہ یہان تک کہ اسکے عالم و فاضل
اور اعلیٰ مصنفین تک سب اغراض کے بندے ہین کسی کو اپنی کسی انجمن کے
لیے مدد لینا ہے کسی کو کسی مدرسے کے لیے امداد حاصل کرنی ہے کوئی اپنے جیتے

وکالت یا طبابت کی مرلی گری چاہتا ہے۔ کوئی اپنے اخبار کے لیے معتدبہ اعانت
کا امیدوار ہے۔ اور کوئی اپنی کتابوں کی اشاعت اور اُن کی طبع مین رئیسون کی
اعانت کا آرزومند ہے۔ غرض سارے سواد وطن ابنائے غرض اپنا مطلب
نکالنے والوں سے بھری ہوئی ہے۔ نوبت یہان تک پہونچ گئی کہ مالی امداد کی
ہوس مین بڑے بڑے لوگ اپنی ذاتی بے آبروئی کو بھی خاموشی سے گوارا کر لیتے
ہین جس ملک کی یہ حالت ہو گئی ہو کہ اُس کے سرگروہ اور مصلح با وجود ظاہری
اتقا کے صرف روپیہ کے لیے اپنی بہو بیٹیون کی بے حرمتی کو بے عذر گوارا کر لین
وہان جو ہو تھوڑا ہے۔ اور جیسا مشورہ نہ دیا جائے تعجب نہین۔

اس عام غرضمندی نے رئیسون کو موقع دیدیا کہ رشوت دیدے کے
سرگروہان قوم کو خاموش کرین مصلحان امت کا منھ روپیہ سے بند کر لین اور
غریب و بے زبان رعایا کے ساتھ جو سلوک چاہین کر گذرین ہندوستان
مین ابھی تک پبلک کی قوت کم ہے اور کسی قدر ہے بھی تو اس پر سرگروہان
قوم اور وکلاے وطن کی ہوس پرستی قناعت نہین کر سکتی نتیجہ یہ کہ انھین
دولتمندون کے آگے دست گدائی پھیلانے سے مفر نہین۔ یورپ کی اصلی برکت
یہ ہے کہ پبلک کی قوت نے امارت و دولتمندی کو اپنا محکوم بنا لیا ہے مصلحان
قوم اور مصنفون کو پبلک سے اتنی مدد ملتی ہے کہ انھین امیرون کی مطلق پروا
نہین رہی اور امیرون اور حکمرانون کو پبلک کے ساتھ برتاؤ کرنے مین اخلاقی
اصول اور شرعی قوانین کا پابند ہو جانا پڑا۔ بخلاف اس کے ہمارے یہان
ناپاک جذبات اور شرمناک افعال والے امیرون نے روپیہ دیدے کے سب کا منھ بند
کر دیا ہے جنھین اُن کی بے غیرتی کی خموشی نے اس قدر بے حس بنا دیا ہے کہ اگر کوئی
اصلی حالت دکھانے کا ارادہ بھی کرے تو سب کے سب اس کا گلا دبانے
کو تیار ہو جاتے ہین۔
لیکن جھوٹ کی ناؤ زیادہ نہین چل سکتی پبلک کی قوت روز بروز
بڑھتی جاتی ہے۔ اور جو جو پبلک کی قوت بڑھے گی پردہ اُٹھتا جائے گا۔ اور لوگون
ہمارے لیڈرون ہمارے ریفارمرون ہمارے ایڈیٹرون ہمارے مصنفون ہمارے

سرپرستون دہمانے سرگروہون کے ان رونے کے دلدوز نالون کا تاریک رخ نظر آتا جائیگا۔
ہم یہ تو نہین کہہ سکتے کہ کس کس والی ملک اور کن کن رئیسون کے ایسے حالات ہین اس لیے کہ لوگ خود جانتے ہین۔ مگر ہان ہم حلف کے ساتھ بیان کرنے کو تیار ہین کہ ان مین سے ایک واقعہ بھی غلط اور بے اصل نہین۔ یہ جتنے مظالم ہین گزر رہے ہین۔ مظلوم حمد اللہ کے ایسے صدہا ستم کشون کے رونے کی آواز عالم بالا مین گونج رہی ہے اور عرش معلی کانپ رہا ہے۔ ایسے مظالم کا دور ہونا اس سے لاکھ درجے اچھا ہے کہ ندوۃ العلماء کا دار العلوم لوٹ جائے۔ مدرسۃ العلوم علیگڈھ خاک مین مل جائے اور دیوبند وغیرہ کے مدرسے سب برباد ہو جائین جن کی ترقی کی ناجائز ہوس مین سخت سے سخت ظلمون اور شرمناک بے حیائیون پر پردہ ڈالا جائے۔ اور کوئی دل دکھا حرف شکایت زبان پر لائے تو اس کے ساتھ رشوت خوار سرگروہان امت کا یہ طرز عمل ہو کہ ع وہ منتون سے کہین چپ رہو خدا کے لیے۔
ہم نے آزادی اور مظلومون کی سچی دادرسی کے لیے قلم ہاتھ مین لیا ہے۔ کوشش کر رہے ہین کہ ہندوستان ایسے ظالم اور ناپاک رئیسون سے پاک ہو جائے۔ اور اگر یہ مظالم اور بے حیائیان نہین مٹ سکتین تو خدا سے دعا ہے کہ ہمین اور ہمارے ہندوستان ہی کو دنیا سے فنا کر دے۔
اصل یہ ہے کہ پولیس والون کو مولوی حمد اللہ کے بی بی بچون کے گرفتار کرنے اور انھین اپنی حراست مین لینے مین دیر ہو گئی جس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی علمی فضیلت و وقعت اور ان کی قطعی نیک نفسی و بے گناہی کی وجہ سے سارے محلہ کے لوگ آ گئے۔ اور پولیس کو ایسی دست درازی سے مانع ہوے۔ جو راہ رو گزرتا ٹھہر جاتا۔ اور مولوی صاحب کی بے قصوری کا اقرار کر کے پولیس والون کو سمجھاتا کہ شریفون کی آبرو مین ایسی دست اندازی نامناسب ہے۔ مگر کوتوالی والے بھی مجبور تھے۔ انھین بربنائے فرمان شاہی قطعی حکم ملا تھا۔ جس کو دیکھتے ہی ہر شخص خاموش ہو جاتا۔ اور دل مین کہتا چلا جاتا کہ "جہان ہمارے نواب کے ایسے حاکم ہون۔ وہان جو نہ ہو تعجب ہے"۔ غرض انھین جھگڑون اور رکاوٹون کی وجہ سے پولیس کو شام ہونے کے بعد موقع ملا کہ مولوی

محمد اللہ کی بی بی بچوں کو اپنی حراست میں لے کے روانہ ہوں تاہم اُنھوں نے کوشش کی کہ نواب صاحب کی برات سے پہلے ہی اپنے اسیروں کو ضیاء اللہ کے مکان میں پہونچا دیں۔

ضیاء اللہ خان کے گھر پر بیٹی کی شادی کی خوشیاں منائی جا رہی تھیں خاصةً اس سرفرازی پر کہ نواب صاحب بہ نفس نفیس دولھا بن کے بیاہنے کو آتے ہیں۔ ان خوشیوں میں یہ غم کا جلوس جو پہونچا تو اُن کی بیوی نے کہا "میں تو آج اپنے گھر میں ماتم نہ ہونے دوں گی۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ مولوی محمد اللہ کی بی بی اور لڑکے رو رو کے میں پیٹیں نہیں۔ ایسی مبارک گھڑی میں دن ایسی نحوست کو اپنے سر لے گا؟"

ضیاء اللہ: "تم سمجھتیں نہیں اور خواہ مخواہ کو ضد کرنے لگتی ہو جب نواب صاحب کا حکم ہے تو کیونکر انکار کیا جا سکتا ہے؟"

بی بی: "حکم ہوا کرے مجھے اپنی بچی ایسی بھاری نہیں ہے کہ اُس کی شادی کے دن اپنے گھر میں رونا پیٹنا ہونے دوں۔"

ضیاء اللہ: "پھر وہی ضد! میں کہتا ہوں تمھیں ہو کیا گیا ہے؟ نواب صاحب کہیں سُن پائیں تو سر منڈوا دیں۔"

بی بی: "کچھ آج ہی پر موقوف ہے؟ آج رات اصل خیر سے ہو جانے دو کل اِن سب کو بلا کے اپنے پاس رکھ لوں گی۔"

ضیاء اللہ: "اور نواب صاحب کا حکم ہے کہ یہ لوگ آج ہی رات کو اس گھر میں رکھ لیے جائیں۔"

بی بی: "ایسا ہی ہے تو کوکب آرا کی رخصتی کے بعد بُلا لینا۔ اس سے پہلے تو تم لاکھ سر پٹک مارو میں نہ مانوں گی۔"

برات کو آتے دیکھ کے پولیس والوں نے تاکید کرنا شروع کی جلدی کرو۔ دہ کرا کے سواریاں اُترواؤ۔ مگر گھر والی نے ایک نہ مانی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ برات آ گئی۔ اور وہ ڈولیاں ایک کنارے زمین پر رکھ دی گئیں۔ اور اُن میں سے رونے پیٹنے کی آواز آ رہی ہے۔"

دیر کے بعد جب ایک گھڑی کو باجا بجنا موقوف ہوا۔ اور نواب صاحب نے ہاتھی سے اُترنے کا قصد کیا تو آہ وزاری کی آواز کان مین آئی۔ اور ساتھ ہی مولوی حمد اللہ کی آہون کا شور سُنا۔ چونک کے پوچھا "یہ رونا پیٹنا کیسا؟"

نواب کے اس سوال پر پولیس والون کے حواس جاتے رہے۔ افسران پولیس کے منھون پر ہوائیان چھٹنے لگین۔ مگر ملک حیدر خان نے بڑھ کے اور ہاتھ جوڑ کے عرض کیا "حضور لڑکی کی رخصتی مین رونا دھونا نہ ہوگا تو کیا ہوگا؟ لڑکی کی مان اور بعض اعزا رو رہے ہین"

نواب "تو ابھی سے؟"

ملک حیدر "یہ سب جانتے ہین کہ حضور زیادہ قیام نہ فرمائین گے زیادہ سے زیادہ گھنٹہ بھر مین دولھن کو سوار کرائے جائین گے"

نواب "ہان اگر دل نہ لگا تو مین فوراً سواری کا حکم دونگا لیکن بات کا گھر تو۔ بہت سی عورتین مہمان آئی ہون گی مین جب تک سب کی صورتین اچھی طرح نہ دیکھ لون گا اور سب سے اخلاق و شگفتگی کے ساتھ نہ مل لون گا نہ چلون گا"

ملک حیدر "حضور کو اختیار ہے جب تک چاہین ٹھہرین۔ اور جب مرضی ہو سوار ہون بس اب گھر کے اندر تشریف لے چلین (چلا کے باجے والون سے) دولھا ہاتھی سے اُتر رہے ہین اور باجا ہین بجاتے۔ جلدی بجاؤ خبردار کوئی باجا خاموش نہ ہو"

حکم کے ساتھ ہی پھر زور و شور سے باجے بجنے لگے۔ اور جو اسیران ستم آہ و واویلا کر رہے تھے اُن کی صدائے فریاد نوبت خانے مین طوطی کی آواز بن گئی"

اسی شور قیامت مین نواب صاحب ہاتھی سے اُتر کے زنانے مین داخل ہوئے۔ اور اُن کے اندر جاتے ہی حرام پور کے سپرنٹنڈنٹ پولیس نے ہنس کے ملک حیدر خان سے کہا "واللہ مانتا ہون کیا فقرہ چلے ہو۔ میرا تو ان کمبختون کے رونے کی آواز اور نواب کا پوچھنا سُن کے خون خشک ہو گیا تھا"

ملک حیدر (مونچھون کو تاؤ دے کے) "ایسے فقرے نہ آتے ہون تو انسان کو اعلیٰ درباروں مین قدم نہ رکھنا چاہیے"

نواب صاحب نے اندر جاتے ہی تمام مہمان عورتون کا جائزہ لینا شروع

کر دیا۔ اگرچہ اب وہ اپنے گذشتہ حرکات کیوجہ سے اور اپنے سابقہ جرائم کے پاداش مین بے حرمتی کا پروف، بن گئے ہین۔ اور ماشاءاللہ سے سیفتی اجز کی شان پیدا ہو گئی ہے۔ مگر بری عادت پڑ جانے تو نہین جاتی لہذا اُن کی حالت جاہے کچھ ہو ظاہر مین اپنی حرکتون سے باز نہین آتے۔ ایک ایک عورت کا منھ کھلوا کے دیکھا۔ مگر بھی اُن کے شوق کے مطابق ایک ڈھاڑی کا تھا جس مین شہر بھر کی ڈومنیان جمع تھین۔ اور آج کی تقریب کو اپنی قومی عزت خیال کر کے بڑے تکلف سے اور بناؤ چناو کر کے آئی تھین۔ نواب صاحب کو اگر دیکھنے کا شوق تھا تو اُنھین اپنے دکھانے کا۔ بعض جوان جوان ڈومنیون نے سسرالی رشتہ قائم کر کے دلگیان شروع کین۔ اور اُن کی معشوقانہ شوخیون اور بیباکانہ بذلہ سنجیون مین نواب صاحب کو بہت ہی لطف آیا۔ جن کی ایک نمائش پیش نظر تھی اور بھونرے کی طرح نواب ہر پھول کے پاس ٹھہر کے کسی نہ کسی نئی ادا کا مزہ لے لیتے۔

ارادہ کیا کہ اسی سلسلہ مین نئی دولھن کا بھی جلوہ دیکھ لین۔ مگر دل مین کچھ سوچ کے خاموش ہو رہے۔ اور جس طرح دھوم دھام سے آئے تھے اسی طرح ہزار ہا براتیون اور فوج کی بڑی بھاری جمعیت کے ساتھ باجے بجاتے ہوے کوکب آرا بیگم کو رخصت کرا لے گئے۔

آٹھوان باب

اللہ میان کی لکڑی کی آواز

گھر پہونچ کے ہاتھی سے اُتر کے بیرونی دربار کے ایک کمرے مین گئے۔ تنہائی مین آرام کرسی پر خاموش لیٹ گئے۔ اور دل مین سوچنے لگے کہ میری بھی عجیب حالت ہے۔ روز نئی نئی عورتین محل مین داخل ہوتی ہین شاید کہ اپنے عالیشان محل کو نئے حسینون سے زینت دیتا جاتا ہون۔ میرا حرم نہین

اندر کا اکھاڑہ ہے۔ راجہ اندر نے بھی اتنی حسین پریان نہ دیکھی ہون گی جتنی
اسوقت میری لونڈی بنی ہوئی ہین۔ مگر افسوس سب بیکار ہے۔ ع عالم ہمہ
افسانۂ ما دارد و ما ہیچ۔ یہ کتنی بڑی غیرت کی بات ہے۔ اور میری وضع کے کس
قدر خلاف ہے کہ ضیاء اللہ خان کے گھر مین جا کے ساری مہمان عورتون اور
اُن کے عزیزون کی بہو بیٹیون کو دیکھ ڈالا مگر خاص اُس نازنین کی طرف نظر
نہ کر سکا جس کے لیے گیا تھا۔ اور جسے سوار کرا کے اپنے ساتھ لایا ہون مین جس
کی مدتون یہ وضع رہی ہو کہ کسی عزیز کسی مصاحب اور کسی معزز درباری
کے لڑکے یا لڑکی کی شادی ہوئی اور مین بے بلائے جا پہونچا اور مجال کیا کہ
کسی کی لڑکی قبل اس کے کہ مین اُس کے حسن سے لطف اُٹھاؤن اپنے شوہر کے
پاس پہونچ سکی ہو۔ اُس کی آج یہ حالت ہو کہ حسینون کی ایک بھری محفل مین گیا
سیکڑون دلرباؤن سے ملا نئے نئے ناز و انداز دیکھے نئے نئے عشوے اور کرشمے
دیکھے مگر کس طرح۔ جیسے کوئی خواجہ سرا دیکھتا ہے۔ آہ کیا میری قسمت مین تھا کہ اپنی حرم
سرا کا خواجہ سرا خود مین ہی بن جاؤن؟ اب آج دو حسینین دو شیزہ معشوقائین محل مین
آئی ہین۔ ایک تو یہی کوکب آرا جسے مین بیاہ کے اور باقاعدہ شادی کر کے لایا ہون
اور دوسری وہ خورشید محمد خان نام پٹھان سپاہی کی بیٹی۔ اچھا۔ اپنی عادت کے مطابق
چاہیے تھا کہ مین اسوقت سیدھا اُن دونون کے پاس پہونچتا۔ آدھی رات ایک کے
حجلۂ ناز مین رہتا اور آدھی رات دوسری کے حجلۂ عروسی مین۔ مگر جانے کی ہمت
نہین ہوتی۔ اُو۔ ہان۔ ایک تیسری نازنین اور بھی آئی ہے۔ جس کے بارے مین ملک
حیدر خان نے کہا تھا کہ حسن و جمال مین یکتاے روزگار اور ہندوستان بھر مین
لاجواب ہے۔ اُس کی پیاری صورت دیکھنے کا مجھے بڑا شوق ہے۔ مگر
کس منہ سے دیکھون؟ اچھا عزت آرا بیگم کو بلواتا ہون۔ اب یہ راز
اور جنون کے اُس ظالم دربار کی لعنت جو مجھ پر برس رہی ہے چھپی نہین
رہ سکتی۔ اور اُن کو آپ ہی میری حالت سے معلوم ہو جائے گا تو خود مین ہی
کیون نہ بیان کر دون۔ شاید اُن سے کوئی تدبیر بن پڑے۔ یا کوئی حکمت انھین معلوم ہو۔
اس فن مین اُن سے زیادہ کمال مین نے آج تک کسی مین نہین دیکھا۔" یہ سوچ ہی

آواز دی کہ کوئی ہے؟"

ایک چوبدار سامنے آکر آداب بجالایا۔ حکم ہوا کہ "بندی محلدار کو حکم دو کہ اسی وقت منزلت آرا بیگم کو حاضر کرے"۔ حکم کو دس پندرہ منٹ گزرے ہوں گے کہ منزلت آرا بیگم ایک ادائے معشوقانہ سے آداب بجا لائیں۔ اور انداز کے ساتھ مسکرا کے عرض کیا "آج کی شادی بڑی مبارک ہے کہ میں یاد تو آئی"۔

یہ بیگم صاحب نواب صاحب کی رشتہ کی بہن اور موجودہ ہوم سکریٹری صاحب کی بیاہتا بیوی ہیں۔ مگر حرام پور کی سوسائٹی نے انھیں فن عشق بازی کا اکسپرٹ بنا دیا ہے۔ عمر کوئی چالیس کے قریب ہوگی۔ اور کا فرماجرا حسن شباب کا زور ٹوٹ گیا ہے جن دنوں عشق بازی کی دنیا میں یہ ایک چیز تھیں اور باغ حسن کا نو شگفتہ پھول بنی ہوئی تھیں۔ نواب صاحب سے اُن سے گہرے تعلقات تھے پھر جب اُن کی بیٹی سریر آرا جوان ہوئی تو نواب صاحب اُس کے عاشق دلدادہ بنے۔ اور محل میں مشہور رہے کہ اُن کی اولاد اور اُن کی بیٹی کی اولاد دونوں نواب صاحب ہی کی سیہ کارانہ عشق بازی کا نتیجہ ہیں۔ زمانہ یہ سب رنگ دیکھ چکا ہے کہ پہلے منزلت آرا نواب کا مشغلۂ عشق بنیں پھر سریر آرا اُن کے ہاتھ کی شہد عشق ہوئی پھر بیٹی بنا کے نواب صاحب نے دھوم دھام سے سریر آرا کی شادی کی اور اس کو اپنے خزانے سے بہت کچھ جہیز دیا۔ پھر جب سریر آرا کے لڑکا ہوا تو نواب نے یہ کہہ کے خوشیاں منائیں کہ مجھے خدا نے بیٹا دیا۔ اور باپ بن کے چھٹی چلّے کی تقریبیں شاہانہ شان و شوکت سے کیں۔ ناظرین اس اجتماع اضداد پر متحیر نہ ہوں دربار حرام پور کی معجز نمائیاں ایسی ایسی تازہ کرامتیں روز دکھایا کرتی ہیں۔

مگر منزلت آرا کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ ادھیڑ ہونے پر بھی اپنی فطرت سے معشوقہ بست سالہ بنی ہوئی ہیں اور نواب کی نظر سے گرنے پر بھی اُن کے دل پر ایسی چھائی ہوئی ہیں کہ نواب کو بغیر ان کے کسی محبوبہ سے ملنے اور کسی دوشیزہ کے حسن کی بہار لوٹنے میں مزہ ہی نہیں آتا۔ چنانچہ اب بقول سعدی "قحبہ چوں پیر شد پیشہ کند دلالی"، مدت سے معمول ہے کہ جو حسینہ نواب کی خلوت خاص میں لائی جاتی ہے وہ چاہے کوئی ہو اور کسی کے معرفت آئی ہو اسے پیش یہی کرتی ہیں

اپنا کمال نازنینون کے بنانے سنوارنے اور مشاطہ گری ہی مین نہین دکھاتین بلکہ
نواب صاحب کو بھی آخر تک جذبات عشق کے پورا کرنے اور شہوت پرستی کی ناپاک
ہوسین نکالنے مین اپنے مبارک ہاتھ سے مدد دیتی ہین مگر چند روز سے نواب صاحب
نے اُنھین بھی اپنی دستکاری و جابکدستی مین معذور دیکھ کے یہ مصرع پڑھا
کہ خیر و برکت بہ دست تو نیست" اور بلوانا موقوف کر دیا۔ چنانچہ اسی بے توجہی
کا شکوہ کرتی ہوئی یہ تشریف لائی ہین۔

نواب۔ "تم بھلا بھول سکتی ہو؟ مین اِن دنون ایسی سخت پریشانیون مین رہا
کہ تمھاری ضرورت ہی نہین پیش آئی"

منزلت آرا۔ "خدا نے بڑا فضل کیا۔ اور بڑی خیریت گذری۔ مین نے تو جیسے ہی
خبر سنی کلیجہ دھک سے ہو گیا۔ خیر خدا نے سُن لی۔ اور یہ مبارک دن دکھایا
کہ میری ضرورت ہوئی"

نواب۔ (حسرت کے لہجے مین) "ہان تمھاری ضرورت تو ہے۔ مگر وہ ضرورت نہین
جس کے لیے تم آتی تھین آج مین نے ایک بڑی اہم اور نئی ضرورت سے بلایا ہے"

منزلت آرا۔ "مین ہر کام کے لیے حاضر ہون"

نواب۔ "لیکن یہ راز کا معاملہ ہے ایسی باتین مین کبھی کسی کے سامنے زبان پہ
نہین لاتا۔ ایسا نہ ہو کہ تم کسی اور سے یا اپنے میان سے کہہ دو"

منزلت آرا۔ (قہقہہ مار کے) "لو اور سنو مین اپنے میان سے کہہ دون گی! میان کو
جیسا مین سمجھتی ہون حضور پہ روشن ہی ہے۔ اے مین کبھی منھ تو لگاتی نہین مہینون سامنا
نہین ہوتا حضور نے اتنا سر چڑھا رکھا ہوتا تو مین اپنے گھر مین قدم بھی نہ رکھنے دیتی"

نواب۔ "خیر مین نے اس لیے کہہ دیا کہ احتیاط رکھنا ذرا اور آگے بڑھ آؤ شاید کوئی
پاس کھڑا سُن رہا ہو۔ تمھین خبر ہے کہ میرے احباب اور عہدہ داران خاص کہان غائب ہو گئے
اور حلال گُر مین دطفون کے برات بنے اکڑا لانیکا جو انتظام تھا وہ کیون ٹوٹ گیا؟"

منزلت آرا۔ "مجھے کیا معلوم؟ حضور نے کبھی بتایا ہوتا تو جانتی"

نواب۔ "لوگ مجھے ایک جنون کے دربار مین پکڑ لے گئے۔ جہان مجھ پر میرے دوستون اور
معتبر ملازمون پر سیکڑون جرم عائد کیے گئے خصوصاً ان لوگون پر جو اس انتظام مین مختلف

خدمات پر مامور تھے۔ وہان پہونچ کے مین نے ایک عجیب طلسمی کارخانہ دیکھا جتنی عورتین حلال نگر سے لائی گئی تھین سب فریادی بن کے آئی تھین میرے تمام رفقا اور ملازم بھی گرفتار کر لائے گئے تھے۔ جو وہان حاضر تھے۔ اور سب میرے خلاف شہادت دے رہے تھے۔ آخر اس عدالت نے سب مجرمون کو سزا دی۔ میرے تمام مصاحب اور رفقا کی نسبت تو حکم ہوا کہ فنا کر دیے جائین مگر میرے ساتھ اتنی رعایت کی گئی کہ بیکار کر کے چھوڑ دیا گیا۔"

منزلت آرا: "تو حضور کے وہ سب پرانے رفقا و مصاحب کیا مار ڈالے گئے؟"

نواب: "مجھے مطلق خبر نہین کہ اُن کا کیا حشر ہوا۔ مگر پھر کبھی اُن مین سے کسی کی صورت نہین دکھائی دی۔ سوا ایک شخص کے جو آپ میرے خون کا پیاسا ہے۔"

منزلت آرا: "وہ کون موا نمک حرام ہے؟"

نواب: "میرے دل مین آئی کہ یہ جنات کا کارخانہ ہے اگر کوئی زبردست عامل مل جائے تو اُسکو راضی کر کے اپنی معذوری و بیکاری کا علاج کراؤن۔ حکیمون کی دواؤن کو پہلے ہی آزما چکا تھا جو کچھ بھی کارگر نہ ہوئین۔ اِسی اثنا مین سُنا کہ ملا مراد نام ایک لاثانی عامل حلال نگر مین آئے ہوئے ہین اُن سے ملنے کے شوق مین حلال نگر گیا وہان سُنا کہ لوگون کی کثرت سے اُنھون نے بستی چھوڑ دی۔ اور شہر سے چار پانچ میل کے فاصلے پر جنگل مین رہتے ہین وہان اُن سے ملا اُن کی حالت دیکھی جو ساعت بہ ساعت زیادہ خطرناک معلوم ہوتی تھی اور آخر مین کھلا کہ وہ مولوی سعد اللہ ہین جو میرے خون کے پیاسے اور میری جان لینے کے درپے ہین۔ اب مجھ مین بھاگنے کی بالکل جرأت نہین رہی تھی اتنے مین اُنھون نے تلوار لے کے مجھے اپنے نزدیک مار ڈالا۔ اور لوگون کا غل سُن کے غائب ہو گئے اگر اس وقت لوگ نہ آجائین تو مجھے مار ہی ڈالا تھا۔ دیر کے بعد میرے حواس درست ہوے تو دیکھا کہ جن لوگون نے مجھے ناگہان آ کے سعد اللہ کے ہاتھ سے بچایا وہ محمد منیر اور اُن کے رفقا ہین۔"

منزلت آرا: "اے ہے! تو حضور کو اس موے سعد اللہ نے زخمی کیا؟ مین نے سنا تھا کہ شکار مین کہین چوٹ آگئی۔ لیکن حضور نے ان باتون کو مجھ سے کیون نہ کہا؟ اے مجھے معلوم ہوتا تو کسی بات کی فکر نہ رہتی مین سب باتون کا بند و بست کر دیتی۔"

نواب: "کیا تم کوئی عامل پیدا کر دیتین؟"

منزلت آرا۔ ہاں پیدا کر دیتی"۔

نواب۔ "خیر عامل تو جب ملے گا۔ لیکن یہ بتاؤ کہ جب تک نہیں ملتا ہے میں کیا کروں؟ مجھ کمبخت جنون کی جادو نے بالکل بیکار کر دیا ہے (ایک آہ سرد بھر کے) کسی کام کا نہیں ہا۔ حکیموں کا نزدیں نہیں چلتا اور عورتوں کی آمد بدستور جاری ہے۔ اب آج ہی تین لاجواب گلعذار لڑکیاں داخل ہوئی ہیں جن میں سے ایک کو صرف اس خیال سے کہ اہل شہر میری اس معذوری کا خیال نہ پیدا ہو قاعدے کے ساتھ بیاہ کے لایا ہوں۔ میری عادت تم جانتی ہو ایسی حسین عورتیں محل میں داخل ہوتی ہیں اور میں ان سے الگ یہاں بیٹھا تم سے باتیں کرتا ہوتا ہوں! کبھی دل میں آتی ہے کہ اب یہ عورتوں کی فراہمی کا سلسلہ ہی موقوف کر دوں۔ مگر پھر خیال ہوتا ہے کہ بدنام اور لوگوں کی نظر میں حقیر ہو جاؤں گا"۔

منزلت آرا۔ "کہیں ایسا غضب بھی نہ کیجیے گا۔ رئیسوں کا سارا رعب اسی میں ہے کہ حسین عورتوں سے نہ اکتائیں اور اپنے محل کو حسن و جمال کا خزانہ بنا دیں"۔

نواب۔ "مگر جب اس کی لیاقت بھی ہو۔ اسی مشورے کے لیے تو تم کو بلایا ہے کہ تم ہی کوئی تدبیر بتاؤ۔ میری تو عقل ٹھکانے نہیں ہے"۔

منزلت آرا۔ "اس کا انتظام میں کر لوں گی آپ فکر نہ کریں۔ بس اتنا ہو کہ معمول کے مطابق حضور جس نازنین کو خلوت میں بلائیں میرے سامنے اور میرے ذریعہ سے بلائیں"۔

نواب۔ "آخر تم کیا انتظام کر لو گی؟"

منزلت آرا۔ "حضور بس اسے مجھ پر چھوڑ دیں"۔

نواب۔ "مگر بدنام تو میں ہو رہا ہوں محل بھر میں کھلبلی پڑ گئی ہے کہ نواب اب کسی محل کو نہیں بلاتے"۔

منزلت آرا۔ "میں تو وعدہ کرتی ہوں کہ سب کو اطمینان ہو جائے گا۔ اور یہ کھلبلی دم بھر میں مٹ جائے گی"۔

نواب۔ "مگر میرا کچھ اطمینان بھی تو ہو۔ تم میں کون سی ایسی کرامت ہے؟ اور مجھے بدنامی سے بچانے کے لیے کیا کرو گی؟"

منزلت آرا۔ "وہی جو ضرورت کے وقت عورتیں عورتوں کے ساتھ کیا کرتی ہیں اس کا پورا سامان میرے پاس موجود ہے۔ اور وعدہ کرتی ہوں کہ میری تدبیر سے عورتیں آپ سے ایسی خوش رہیں گی کہ جو ایک دفعہ آپ کے پاس ہو جائے گی پھر کسی کا نام نہ لے گی۔ حضور نے پہلے کہا ہوتا تو یہ دشواری ہی نہ پیدا ہوتی۔ اور خصوصاً جب حضور کو خلوت میں مدد دینا میرے ہاتھ کا کام ہے"۔

تو پھر اس مین کون سی مشکل ہے؟"

نواب - (ذرا متامل ہو کے) واقعی تم نے نہایت ہی معقول تدبیر بتائی ہیں اب مجھکو کسی بات کی فکر نہین رہی نہ بدنام ہون گا۔ نہ عورتون کی نظر مین حقیر و ذلیل ہون گا اور نہ کبھی کسی وقت عاجز رہون گا! اچھا تو پھر زیادہ سا مان اسی وقت جا کے لے آؤ مین آج ہی ان تینون نئی بازنین پری جمالون پر تمھاری دستکاری کا امتحان کرون گا"

منزلت آرا" مین ابھی لائی" یہ کہہ کے منزلت آرا بیگم اُٹھ کے چلی گئین اور نواب صاحب نے دل سے باتین شروع کین کہ کون کہتا ہے عورتین بے وقوف ہوتی ہین؟ منزلت آرا نے تو ایسی بات نکالی کہ جواب نہین رکھتی۔ دم بھر مین ساری دشواریان جاتی رہین ایسے ہی مشیر ہوتے ہین جن کی صحبت سے انسان بڑی بڑی مہمین سر کر لیا کرتا ہے اب مجھے کسی بات کی پروا نہین حکیم صاحب کا زور نہین چلتا۔ نہ چلے۔ کوئی عامل نہین ملتا۔ نہ ملے مین عاجز نہین ہون"

اس قسم کی باتین تھوڑی دیر تک دل سے کرتے رہے تھے کہ منزلت آرا پھر آ گئین اور نواب صاحب متشاش بشاش اور نہایت ہی شگفتہ و مطمئن انھین ساتھ لے کے محل مین داخل ہوئے بندی محلدار کو حکم دیا کہ "مولوی احمد اللہ کی بیٹی کو لیکے حاضر ہو اور اپنی پر تکلف خوابگاہ خاص کا رخ کیا۔ دو ہی قدم چلنے پائے ہون گے کہ کیا دیکھتے ہین ایک سپاہی ننگی خون آلود تلوار کھینچے ہوئے کھڑا ہے۔ اور کہہ رہا ہے "کہان جاتا ہے مردود ٹھہر!" یہ للکار سنتے ہی نواب صاحب گھبرا کے چونک پڑے پھر اُسکی صورت اور حالت دیکھی تو مارے خوف کے خون خشک ہو گیا۔ اور منزلت آرا غش کھا کے زمین پر گر پڑی بندی اور چند اور عورتین دوڑین کہ اُسے بڑھ کے روکین۔ مگر اُس نے تلوار جو دکھائی تو سب بھاگ کھڑی ہوئین۔ گران مین اتنی طاقت تو تھی کہ اپنی جان لے کے بھاگ گئین۔ نواب صاحب مین اتنی بھی مجال نہ تھی کہ اپنی جگہ سے حرکت کرین گھگھی بندھ گئی اور سہمی ہوئی آواز مین بے معنی الفاظ سے اظہار عجز کرنے لگے سپاہی نے قریب پہونچ کے ڈپٹ کے کہا "ملعون تو نے میری جورو کو خراب کیا! دوسری آبرو کی اس فاحشہ کا تو مین نے اسی تلوار سے کام تمام کر دیا۔ جو منھ کالا کرانیکے لیے تیرے محل مین آئی ہوئی تھی اب آیا ہون کہ تجھے بھی اُسی کے پاس پہونچا دون لیکن اس پر بھی تجھے اتنا موقع دیتا ہون کہ بہادر ہے تو آ مجھ سے تجھ سے دو ہاتھ ہو جائین۔ یا مین تجھے مار ڈالون! ورنہ تو مجھے مار ڈال لے آ بڑھ اور میان سے تلوار کھینچ! اپن! آ۔ نہین؟ نامردون کیطرح بغلین جھانک رہا ہے اور منتظر ہے کہ کوئی حمایتی آ کے

بچائے؟" اُس نے ہزار تانا۔ مگر نواب صاحب کے حواس ہی درست نہ تھے۔ جواب کیا دیتے؟ نواب صاحب کو بالکل بیحس اور مرعوب دیکھ کے اُس نے بڑھ کے منھ پر تھپڑ مارا! اور کہا "حرامی ہیجڑا! اگر ذرا بھی شرافت ہوتی تو سامنے آ کے مقابلہ کرتا۔ مگر میں تجھے نہ چھوڑوں گا! اسوقت یہی عہد کر کے آیا ہوں کہ اپنی تیری جان ایک کر دونگا!" یہ کہہ کے تلوار کا ایک زبردست وار کیا جسے ایک خواص نے۔ "ہائے ہائے!" کی فریاد کے ساتھ اپنے ہاتھ پر لیا۔ اور خوشامد کرنے لگی کہ "خانصاحب قصور ہوا۔ اب جانے دیجیے۔ اور میں وعدہ کرتی ہوں کہ پھر سرکار سے کبھی ایسی خطا نہ ہو گی"

سپاہی "یہ خطا نہ ہو گی! جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ میری آبرو جا چکی۔ اور میں دنیا میں جینے اور کسی سے چار آنکھیں کرنے کے قابل نہیں رہا۔ اب میں بھلا اس نامرد ہیجڑا اور بیحیا حرامی کو چھوڑتا ہوں (تلوار کھینچ کے) ہٹ حرامزادی بیچ سے!" مگر وہ خواص بعوض اسکے کہ بھاگے سپاہی کے قدموں پر گر پڑی۔ اور نہایت ہی عاجزی سے چلا چلا کے معافی مانگنے لگی۔

اتنے میں آہٹ معلوم ہوئی کہ باہر سے لوگ آ رہے ہیں۔ یہ دیکھتے ہی سپاہی نے خواص کو کس کے ایک ایسی لات ماری کہ دور جا گری اور بڑھ کے نواب صاحب پر لگاتار وار کرنا شروع کر دیے نواب گھبرا کے اور زندگی سے مایوس ہو کے اوندھے گر پڑے! اور سر سے پاؤں تک دس بیس زخم تلوار میں پڑیں خون کے فوارے جاری ہو گئے۔ اور سپاہی کو پوری طرح یقین آ گیا کہ میں نے اپنے بزدل حریف کا کام تمام کر دیا۔

انتقام سے فارغ ہو کے اُس نے چاروں طرف دیکھا تو نظر آیا کہ سیکڑوں مسلح سپاہیوں میں گھرا ہوا ہے۔ نواب صاحب کے بعض مصاحب دور سے تمنچے لیے ہوئے کھڑے ہیں۔ اگرچہ گھبراہٹ اور خوف سے کسی کو فیر کرنے کی جراُت نہیں ہوتی۔ اور دو ایک کے ہوش و حواس ٹھکانے اور ہاتھ قابو میں بھی ہیں تو وہ اس لیے فیر نہیں کرتے کہ ایسا نہ ہو نواب صاحب یا منزلت آرا کے گولی لگ جائے۔ جن کی لاشوں پر وہ خونی سپاہی کھڑا تھا۔

آخر اُس نے سب کی طرف خطاب کر کے کہا "تم مجھے پکڑو گے؟ مگر یاد رکھو کہ جب تک دس بارہ کو اسی مردود کے پاس نہ سُلا دوں گا کسی کے ہاتھ نہیں لگ سکتا۔ تم میں سے جس کسی کو حوصلہ ہو آئے!" یہ کہہ کے وہ تلوار ہلاتا ہوا بھیڑ کیطرف دوڑا! اور سب گھبرا کے اُلٹے پاؤں بھاگے۔ اس بدحواسی میں نواب صاحب کے ایک مصاحب کے ہاتھ سے تمنچہ چھوٹ کے گر گیا۔ اور وہ خوف زدہ ہو کے بھاگا۔ خونخوار سپاہی نے لپک کے تمنچہ اُٹھا لیا۔ اور ادھر اُدھر چاروں طرف فیر کرنے لگا۔ (دو تین آدمی

اور گر گئے۔ باقی سب نے بھاگ کے جان بچائی۔

اب میدان خالی دیکھ کے اُس سپاہی نے کہا۔ واہ! نامرد کے ساتھی بھی نامرد ہوتے ہین ایک لشکر کا لشکر موجود ہے۔ مگر کسی کو قریب آنے کا حوصلہ نہین ہوتا! اچھا نامرد۔ آؤ مجھے مار ڈالو۔ مین نے زندہ رہنے کے لیے یہ کام نہین کیا ہے۔ میری یہ مراد پوری ہوگئی کہ اس بے حیا نواب کا کام تمام کر دیا۔ اب فقط اس بات کی آرزو ہے کہ کوئی آکے میرا بھی کام تمام کر دے۔ مین مرنے ہی کے لیے آیا ہون۔ اور مرنا چاہتا ہون۔ اچھا مین نہ بولون گا۔ تم پروا نہ کرو ن گا۔ تم اطمینان سے اور بغیر کسی اندیشے کے آکے مجھے مار ڈالو"!

اس کے یہ الفاظ سُن کے دو چار بھاگے ہوے سپاہی پھر آئے اور قریب آنے کا قصد کیا۔ تو اُس نے ڈپٹ کے کہا "مگر یہ شرط ہے کہ الگ ہی رہو اور تلوار یا تپنچے سے میری جان لو۔ پاس آکے کسی نے مجھے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا اور (تپنچہ سامنے کر کے) مین نے گولی مار دی یہ نہ سمجھنا کہ مجھے گرفتار کر لوگے۔ مین جان دو ن گا۔ مگر گرفتار نہ ہون گا"!

چند لمحون تک اُس نے انتظار کیا کہ کوئی اُس پر تپنچہ سر کرتا تلوار لیے اُس کی طرف بڑھے مگر کسی کو اس کی ہمت نہ ہوئی تب اُس نے کہا "تھوک ہے نامردو! تم سے کچھ نہین ہو سکتا سچ کہتے ہین کہ بہادری لوگ ہوتے ہین جن مین اصالت اور شرافت ہو جن کی گھرون مین رات دن حرام کاری ہوا کرتی ہو وہ کیا بہادری کرین گے؟ خیر اب تم نہین مدد کرتے تو مین خود اپنا کام تمام کیے لیتا ہون چاہتا تھا کہ خود کشی نہ کرون اور حرام موت سے بچ جاؤن۔ مگر یہ قسمت مین نہین اور جہان تم سے نامردے ہون وہان کسی کو ایسی شرافت کی موت اور شہادت نہین نصیب ہو سکتی۔ لیکن پھر بھی مجھے اطمینان ہے۔ مین نے ایک آدمی مار ڈالا ہے مین عدالت اور شرع کی رُو سے بر قتل واجب ہے کسی نہ کسی طرح مجھے مارا جانا چاہیے! امر خونی ہونا ثابت ہی ہے۔ خود ہی اقرار جرم کر رہا ہون پھر قتل کی سزا مین کسے شک ہو سکتا ہے اس لیے اگر بغیر حاکم اور قاضی صاحب کو تکلیف اور زحمت دیے مین خود ہی اپنے آپ کو سزا دے لون۔ تو کیا مضایقہ ہے؟ مین ہرگز گنہگار نہ ہون گا۔ مین یہ خود کشی نہین کر رہا ہون بلکہ شرع کے فتوے اور عدالت کے حکم کی خود ہی تعمیل کیے دیتا ہون۔

اس کی اس اسیچ کو سپاہی جو دور دور اس کے گرد تھے - اور محل کی عورتین جو کونون مین دبکی کھڑی تھین حیرت اور تعجب سے سُن رہی تھین کہ یکایک اُس خونی سپاہی کے ہاتھ کو حرکت ہوئی! ایک دھڑاکے کی آواز آئی! اور ساتھ ہی وہ تیورا کے آڑا آڑا نواب اور منزلت آرا کی لاشون پر گر پڑا - کچھ دیر تک تڑپا! اور بے حس و حرکت ہو گیا۔

دیکھنے والون کے دلون مین اُسکی اس قدر ہیبت بیٹھ گئی تھی کہ کسی کو اب بھی پاس جانے کی جرأت نہ ہوتی تھی لیکن آخر سپاہی تلوارین کھینچ کھینچ کے اور مصاحبین اپنے تمنچے اس کی لاش کیطرف سیدھے کر کر کے ڈرتے اور لرزتے ہوئے اُس کے پاس گئے - اور حق نمک ادا کرنے کے لیے بے تحاشا اسکی لاش کو چورنگ بنانا شروع کر دیا - بہت سے وار کرنے کے بعد غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس مین سانس نہین اور دنیا سے رخصت ہو چکا ہی تب سب نے گھسیٹ کے اُس کی لاش الگ کی! اور نواب صاحب اور منزلت آرا کی لاشون کو پلنگ پر لا کے ڈالا! اور دونون کی حالت پر غور کرنے لگے منزلت آرا کو تھوڑی دیر مین ہوش آگیا! اس لیے کہ انھین کہین چیٹ نہین آئی تھی فقط خوف سے غش آگیا تھا - مگر نواب کی حالت نہایت نازک نظر آئی! اگرچہ سواد و ایک زخمون کے سب چھلتے ہوے تھے - اور دو ایک جو گہرے تھے وہ بھی ایسے مقام پر نہ تھے کہ کاری خیال کیے جائین مگر اتنی دیر مین خون اس قدر نکل گیا تھا کہ ڈاکٹرون نے آتے ہی کہہ دیا کہ حالت خطرناک ہی نہین مایوسانہ ہے"

ڈاکٹرون کا یہ فیصلہ سنتے ہی سارے محل مین کہرام پڑ گیا! اندر باہر جو تھا ڈاڑھین مار مار کے رو رہا تھا! اور جن لوگون کو نواب صاحب سے نفع پہونچ رہا تھا اُن مین ایسی ہٹس پڑی کہ سارے شہر مین مشہور ہو گیا کہ نواب صاحب مار ڈالے گئے اتنی دیر مین نواب صاحب کی حالت ابتر نظر آئی چند عورتون نے دیکھا کہ سانس بھی نہین چلتی اور سر پیٹنا شروع کر دیا۔

اب نواب صاحب کی تجہیز و تکفین کا سامان ہو رہا ہے تو ہم بھی سردست اپنے ناظرین سے باقی داستان "فردا شب" کہہ کے رخصت ہوتے ہین"

دلگداز پریس

عمدہ اور اعلیٰ درجے کی چھپائی اور اُس کا وقت پر
جانا غیر ممکنات میں سے تصور کیا گیا ہے اس کمی کو دیکھ کے
از پریس نے چھپائی کا نہایت اعلیٰ درجے کا انتظام کیا ہے
ل اہتمام کیا ہے کہ جس تاریخ کتاب کی مکمل چھاپ دینے کا وعدہ کیا
سی تاریخ دیدیا جائے اس مطبع کو ایک خاص فوقیت یہ بھی حاصل ہے
لنا محمد عبد الحلیم صاحب شرر کے اصلاح و مشورے و تصحیح و ترمیم میں
سکتی ہے جن صاحبوں کو اپنی کتابیں عمدہ اور جلد چھپوانا
فوراً اطلاع دیں مگر خیال رہے کہ صرف اعلیٰ درجے کی
ہوتی ہے چھپائی کا نرخ مراسلت سے طے ہو سکتا ہے کیونکہ
دار و مدار زیادہ تر کاغذ و لکھائی کی نوعیت پر ہے۔

مینیجر دلگداز پریس لکھنؤ

دلگداز کی مکمل جلدین

…د سنہ ۱۹۰۰ء	عہ/	جلد سنہ ۱۹۱۶ء	عہ/
…د سنہ ۱۹۰۵ء	عہ/	جلد سنہ ۱۹۱۷ء	عہ/
…د سنہ ۱۹۰۶ء	۳/	جلد سنہ ۱۹۱۸ء	عہ/
…د سنہ ۱۹۰۸ء	عہ/	جلد سنہ ۱۹۲۱ء	عہ/
…د سنہ ۱۹۱۲ء	عہ/	جلد سنہ ۱۹۲۲ء	عہ/
…د سنہ ۱۹۱۴ء	عہ/	جلد سنہ ۱۹۲۳ء	عہ/
…د سنہ ۱۹۱۵ء	عہ/	جلد سنہ ۱۹۲۴ء	عہ/

دلگداز نامکمل جلدین

…د سنہ ۱۹۰۱ء	۱۰/	جلد سنہ ۱۹۱۰ء	۱۵/
…د سنہ ۱۹۱۳ء	عہ/	جلد سنہ ۱۹۱۱ء	۱۰/
		منتخب مضامین سنہ ۱۸۸۷ء	۱۰/

مشہور مصنفین کی کتابین

…امہ شبلی نعمانی

…فاروق	ے/
…غزالی	عہ/
…ۃ النعمان	عہ/
…انح عمری مولانا روم	عہ/
…ن خسرو	۸/
…ازنہ انیس و دبیر	ے/
…نوی صبح امید	۳/
…نگ زیب	۸/
…بات حافظ	۶/
…بات سعدی	۶/
…مجموعہ نظم	۳/

…ہیم محمد علیخان

…ام بیاری	صہ/
…ت کامل	ے/
…سن و سرور	ے/
…	ے/
…ل کا سانپ	عہ/
…جعفر و عباسہ	عہ/
…ختر و حسینہ کامل	عہ/
…قدیم	۲/

دیول دیوی	عہ/ ۹/

خواجہ عشرت لکھنوی

شاعری کی پہلی کتاب	۸/
" دوسری کتاب	۸/
" تیسری کتاب	۸/
زبان دانی	۶/
اصول اردو	۶/
قواعد میر	۶/
جان اردو	۶/
اصلاح زبان اردو	۶/

مولوی ظفر عمر صاحب

نیلی چھتری	عہ/
بہرام کی گرفتاری	عہ/
چوردن کا کلب	۱۲/
مستقبل اسلام	عہ/ ۸/
تحریرات نمونہ	عہ/
الازدواج النبی	۸/
سیرۃ العباس	عہ/
نشتر ۸ معشوقہ عز	۱۰/

دلگداز

مولانا شرر کا مشہور ادبی و تاریخی رسالہ جس نے زبان اردو کے علمی خزانے کو اعلی لٹریچر سے بھر دیا خریداروں کو ایک سال خریدار رہنے کے بعد اگر وہ دوسرے برس بھی خریدار رہین تو ایک نیا ناول مفت نذر کیا جاتا ہے اور وہی سال کا بعد کے چندے اور محصولڈاک پر وی پی روانہ کردیا جاتا ہے قیمت سالانہ مع محصولڈاک عہ/ دلگداز کا وی پی عہ/ کا اور ناول کا وی پی اسکا محصولڈاک بڑھا کے عہ/ کا بھیجا جاتا ہے نمونے کی قیمت ۳/

منیجر دلگداز۔ لکھنو

مولانا شرر کے خیالی ناول

آغا صادق کی شادی ایک دلچسپ قصہ ۱۰/

حسن کا ڈاکو اول حرام پور کے نواب کا اعمال نامہ ہر دو حصہ عہ/ ۸/

دلچسپ ... ۱۰/

اسرار دربار حرام پور۔ حرام پور کے نواب کے رہے سہے حالات ہر دو جلد ۱۰/

غیب دان دلھن۔ حیرت انگیز غیب دانی۔ عہ/

الفانسو۔ ایک سچا عاشقانہ تاریخی ناول۔ ۱۲/

بابک خرمی۔ سلطنت عباسیہ کے زمانے کا ایک تاریخی ناول ہر دو جلد عہ/

ڈرامے اور نظمین

اسیری بابل۔ گولڈ اسمتھ کے ایک ڈرامے کا نظم اردو ترجمہ ۴/

زمانہ اور اسلام ایک پرسوز و گداز نیچرل نظم ۳/

شہید وفا۔ غرناطہ اور اسپین مین زوال دولت عرب کی تصویر ۱۰/

شب غم۔ فراق کی بیتا بیان اور بے قراریان ۱/

شب وصل فراق کے بعد وصل کا بیان ۱/

آپ کا خادم حکیم محمد سراج الحق منیجر دلگداز گٹھ بزن بیگ خان لکھنو